جلد ۶ مئی ۱۹۶۵ء شمارہ ۵

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ ۶ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر
آل عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

مئی ۱۹۶۵ء

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ : چار روپے ❊ فی پرچہ : ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر: چوہدری محمد ابراہیم ٭ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۶ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ شمارہ ۵

۱۵ مئی ۱۹۶۵ء

قدرتِ ثانیہ کا کبھی ختم نہ ہونے والا دائمی سلسلہ

ایمان بالخلافت کی حفاظت اور اس کی بنیادی اہمیت

سیّدنا حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس آخری زمانہ میں احیاء و غلبۂ اسلام کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے۔ یہ عظیم الشان غرض اللہ تعالیٰ کی خاص مشیّت اور غیر معمولی تائید و نصرت کے ماتحت آپ کے ذریعہ نہایت مہتم بالشان طریق پر دو طرح سے پوری ہوئی۔

اوّل تو آپ نے دلائل و براہین اور بارش کی طرح برسنے والے آسمانی نشانوں کے ذریعہ اسلام کو ایک ابدی صداقت اور اس کی انقلاب انگیز تاثیرات کے لحاظ سے کُل ادیان پر غالب کر دکھایا حتیٰ کہ دنیا کے تمام مذاہب ایک عاجز و درماندہ دشمن کی طرح اسلام کے آگے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ **دوسرے** آپ نے جماعت احمدیہ کے نام سے اسلام کا درد رکھنے والی ایک فدائی جماعت قائم کی۔ آپ نے اس جماعت کے افراد کو اخلاق فاضلہ اور دیگر اوصاف حمیدہ سے متصف کرنے کے علاوہ انہیں وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا

اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ کے خدائی وعدہ کے پیش نظر ایمان بالخلافت اور اس کے مناسب حال اعمال سے بھی متصف کر دکھایا اور اس ایمان بالخلافت اور مناسب حال اعمال کی اس شان سے آبیاری فرمائی کہ وہ فی الحقیقت خلافت جیسی عظیم الشان نعمت کے اہل بن گئے۔ جماعت کے قیام اور اس کی روحانی تربیت میں اس قدر دل سوزی اور جاں فشانی سے آپ کی غرض یہی تھی کہ غلبۂ اسلام کی جس مہم کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے آغاز فرمایا ہے نظام خلافت کی برکت سے وہ آپ کے بعد بھی جاری رہے اور اسلام علمی اور روحانی فتح کے بعد عملاً بھی پوری دنیا پر غالب آجائے۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی قوت قدسی اور انتھک مساعی کے نتیجہ میں آپ کے متبعین میں بہ تمام وکمال یہ اہلیت پیدا ہو گئی کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلافت کی نعمت سے سرفراز کیا جائے تو بالآخر آپ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر انہیں بشارت دی کہ اسلام کے عملی غلبہ کا وہ کام جو میرے ذریعہ شروع ہوا ہے میرے بعد بھی جاری رہے گا اور وہ اس طرح کہ خدا تعالیٰ تمہیں خلافت کی عظیم الشان نعمت سے نوازے گا جس کی برکت سے تم باہم متحد رہ کر اور اللہ اور اس کے رسولؐ اور خلفاء کی اطاعت کے وصف میں ترقی کر کے اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی خاطر قربانیاں کرتے چلے جاؤ گے یہاں تک کہ اسلام ترقی کرتے کرتے روئے زمین پر غالب آجائے گا۔ چنانچہ یہ بتانے کے بعد کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوئے ہیں آپ نے اپنے بعد قائم ہونے والے خلافت کے آسمانی نظام کو قدرتِ ثانیہ قرار دیا۔ اور پھر قدرت ثانیہ کے رنگ میں خلافت کے آسمانی نظام کے قیام اور اس کے اجراء کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:-

> "میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے سو تم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔" (الوصیت)

پھر یہی نہیں کہ آپ نے قدرتِ ثانیہ کے رنگ میں اپنے بعد خلافت کے آسمانی نظام کے قائم ہونے کی بشارت دی بلکہ اس تعلق میں ایک اور اہم بات بھی بیان فرمائی جو اپنی انتہائی اہمیت کے باعث خاص طور پر حرزِ جان بنانے کے قابل ہے۔ آپ نے اپنے وصال کی قبل از وقت خبر دینے کے بعد نظامِ خلافت کے

قیام اور اس کے اجراء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

" سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات (قرب وصال کی خبر) سے جو میں نے تمہارے درمیان بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" (الوصیّت)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وصال کے بعد نظام خلافت کے قیام کی ہی بشارت نہیں دی بلکہ خدا سے خبر پاکر یہ عظیم الشان بشارت بھی دی کہ جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام قیامت تک جاری رہے گا۔ یعنی اس کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ اُدھر آیت استخلاف کے ماتحت جو ہم اوپر درج کر آئے ہیں خلافت کا وعدہ دو باتوں کے ساتھ مشروط ہے یعنی ایمان بالخلافت اور اس کے مناسب حال اعمال کے ساتھ۔ جب خدائی فیصلے اور تقدیر کے بموجب خلافت نے قیامت تک جاری رہنا ہے اور کبھی منقطع نہیں ہونا تو لازماً اس بشارت کی رو سے یہ بات از خود مسلّم ٹھہری کہ بتوفیق و تائیدِ الٰہی جماعت احمدیہ من حیث الجماعت قیامت تک ایمان بالخلافت اور اس کے مناسبِ حال اعمال سے بہر طور متصف رہے گی۔ تا قیامت کوئی وقت اور کوئی زمانہ ایسا نہیں آئے گا کہ وہ الایمان بالخلافت سے بے نصیب ہوکر اور اس کے مناسب حال اعمال بجا نہ لاکر خلافت کی نعمت سے یکسر محروم ہو جائے کیونکہ ان دو اوصاف کی عدم موجودگی میں قیام خلافت کا وعدہ پورا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر خدا نخواستہ یہ دونوں اوصاف جماعت احمدیہ میں جاری و ساری نہ رہیں تو خلافت کے قیامت تک جاری رہنے کی بشارت نعوذ باللہ رائیگاں جاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں تخلّف ہرگز ہرگز ممکن نہیں۔ اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ جماعت احمدیہ من حیث الجماعت قیامت تک ایمان بالخلافت اور اس کے مناسب حال اعمال سے متصف رہے گی اور اس بناء پر حسب وعدۂ الٰہی اس میں خلافت کا آسمانی نظام قیامت تک چلتا چلا جائے گا۔

تاہم اِس ضمن میں یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قیام و اجرائے خلافت کی دائمی بشارت جماعت احمدیہ کے حق میں من حیث الجماعت ہے۔ جو بشارت من حیث الجماعت ہو وہ اِن معنوں میں تو من حیث الافراد بھی ہوگی کہ جماعت افراد ہی کا مجموعہ ہوتی ہے لیکن ان معنوں میں من حیث الافراد قرار نہیں پا سکتی کہ بلا استثناء ہر فرد جماعت لازمی طور پر اس کا مصداق ثابت ہوتا چلا جائے۔ سو اس بشارت کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جماعت احمدیہ کے افراد کی غالب اکثریت ایمان بالخلافت اور اس کے مناسب حال اعمال کے لحاظ سے ضرور ایسے مقام پر ہوگی کہ وہ اس آسمانی وعدہ کی مصداق ثابت ہوتی چلی جائے لیکن ان میں سے جو شخص بھی اپنی انفرادی حیثیت میں شومئی قسمت سے مومن بالخلافت نہ رہے گا یا ایمان بالخلافت کے زبانی اقرار کے باوجود اس کے مناسب حال اعمال بجا نہ لائے گا خدا اُسے اِس جماعت میں رہنے نہیں دے گا۔ وہ ایک نہ ایک دن اس جماعت سے کاٹا اور منقطع کیا جائے گا۔

چنانچہ جماعت احمدیہ کی تاریخ اِس حقیقت پر گواہ ہے کہ جماعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد سے نظام خلافت کے ساتھ بہ دل و جان وابستہ چلی آ رہی ہے اور اس نظام کے ساتھ اس کا تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا آ رہا ہے۔ البتہ وہ معدودے چند افراد جو اس دوران میں مومن بالخلافت نہ رہنے یا اس کے مناسب حال اعمال بجا نہ لانے کی وجہ سے اِس قابل نہ رہے کہ عنداللہ وہ وعدۂ استخلاف کے اہل قرار پا سکیں انہیں خدا تعالیٰ اس جماعت میں شمولیت کے شرف سے محروم کر کے اس سے منقطع اور علیحدہ کرتا چلا آ رہا ہے۔ اس کی ایک واضح اور بیّن مثال ان غیر مبایعین کا خروج ہے جنہوں نے خلافت ثانیہ کے قیام کے وقت خلافت کے آسمانی نظام سے انحراف اختیار کر کے ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنائی۔ ان لوگوں نے اگرچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر کے جماعت احمدیہ کے اندر خدائی بشارتوں کے عین مطابق نظام خلافت کے قیام کو تسلیم کر لیا تھا لیکن فی الحقیقت یہ لوگ اپنی نفسانی اغراض کے ماتحت مومن بالخلافت نہ رہے تھے۔ اِسی لئے انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے خلاف اندر ہی اندر ریشہ دوانیوں کا ایک سلسلہ چلا کر لوگوں کو آپ کی اطاعت سے منحرف کرنا چاہا لیکن یہ لوگ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے ان کی ریشہ دوانیوں کے باوجود جماعت احمدیہ کا خدائی قافلہ جو ایمان بالخلافت سے سرشار اور اس کے مناسب حال اعمال سے مالا مال تھا نظام خلافت کی برکت سے آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا اور ان لوگوں کو خدائی قافلہ سے علیحدہ ہونا پڑا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ مومن بالخلافت نہ ہونے کے باوجود بھی اس قافلہ میں شمولیت کے شرف سے بہرہ ور رہتے۔

پس اس میں شک نہیں کہ خلافت ایک عظیم الشان نعمت ہے اور بلاشبہ ہم بہت خوش بخت و خوش نصیب ہیں کہ ہمیں بتوفیقِ الٰہی اُس خدائی جماعت میں شمولیت کا خصوصی شرف حاصل ہے جو آسمانی بشارتوں کے بموجب قیامت تک خلافت کی نعمت سے سرفراز رہے گی۔ لیکن انفرادی طور پر ہم میں سے ہر ایک کے لئے ساتھ کے ساتھ ایک مقامِ خوف بھی ہے اور وہ یہ کہ کہیں وہ اپنی انفرادی حیثیت میں زبانی اقرار کے باوجود عند اللہ مومن بالخلافت نہ رہے یا مومن بالخلافت ہونے کے باوجود مناسبِ حال اعمال بجالانے سے غافل ہو کر اپنے آپ کو اس جماعت میں شمولیت کے استحقاق سے محروم کر لے اور اس طرح اپنی ذاتی حیثیت میں خلافت کی عظیم الشان نعمت اور اس کی برکات سے فیض یاب ہونے سے بے نصیب ہو جائے۔

ہم انفرادی حیثیت میں دائمی خلافت کے آسمانی وعدہ کے حقیقی مصداق اسی صورت میں بن سکتے ہیں کہ ہم ہر آن اپنے نفسوں اور اپنے اعمال کا محاسبہ کر کے یہ اطمینان کرتے رہیں کہ ہم صحیح معنوں میں مومن بالخلافت ہیں اور اس کے مناسب حال اعمال بجا لا رہے ہیں۔ یہ محاسبہ ہم میں سے ہر ایک کو ہر آن کرنا چاہیئے اور پوری مداومت کے ساتھ نسلاً بعد نسلٍ کرتے چلے جانا چاہیئے تا ایسا نہ ہو کہ ہم شومئ قسمت سے اپنے اوپر خدائی افضال و انعامات کے دروازے بند کر لیں اور جماعتِ احمدیہ کے خدائی قافلہ سے جدا ہو کر بے یقینی اور بے عملی کے اندھیروں میں بھٹکتے رہیں۔ یہ خدائی تقدیر ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی کہ یہ قافلہ ہمیشہ ہی خلافت کی نعمت سے سرفراز رہتے ہوئے قیامت تک آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا البتہ جو بھی شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنس کر مومن بالخلافت نہ رہے گا اور اس کے مناسب حال اعمال نہ بجالائے گا وہ اس قافلہ سے کاٹا اور منقطع کیا جائے گا۔

اس خطرہ سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ تعالےٰ سے توفیق طلب کرتے ہوئے خلافت کے ساتھ اپنی وابستگی کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جائیں اور پورے انشراح اور دلی اخلاص کے ساتھ خلیفۂ وقت اور اس کے قائم کردہ نظام کی اطاعت سے سرِ مو انحراف کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔ اطاعت ہی وہ سب سے بڑا ذریعہ ہے جس کی مدد سے ہم خلافت کے ساتھ اپنی وابستگی کو مضبوط سے مضبوط تر کر کے اپنے مومن بالخلافت ہونے اور اس کے مناسب حال اعمال بجالانے کا ثبوت دے سکتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم میں سے ہر ایک کو خلافت کی عظیم الشان نعمت کی قدر کرنے

اور اطاعت کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کر کے ہمیشہ مومن بالخلافت بنے رہنے اور اس کے مناسب حال اعمال بجالانے کی توفیق سے نوازا جاتا چلا جائے تاکہ ہم میں سے ہر ایک انفرادی طور پر بھی قدرت ثانیہ سے فیض یابی کے اس عظیم الشان آسمانی وعدہ کا مصداق بنا رہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے مبعوث کردہ مسیح پاک علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت سے من حیث الجماعت کیا ہے اور اسے عزّ و شرف کا ایک نہایت بلند مقام بخشا ہے

اے خدا! تو ایسا ہی کر اور نہ صرف ہمیں بلکہ قیامت تک ہماری نسلوں کو نظام خلافت سے وابستہ رکھ کر انہیں بھی اس کی عظیم الشان برکتوں سے نوازتا چلا جا۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

ؔ

خدا تعالیٰ کی سنّت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"غرض (خدا تعالیٰ) دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو آخر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا"

(الوصیت)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مُرشد کے ساتھ مرید کا تعلق اور اُسکی نوعیتؑ

مرید کے لئے لازم ہے کہ مُرشد کے کسی حکم کا انکار نہ کرے

اس کے لئے صدق، وفا، اخلاص اور اطاعت کی راہ پر گامزن رہنا ضروری ہے

ذیل میں امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ پُرمعارف ملفوظات ہدیۂ قارئین کئے جا رہے ہیں جن میں حضورؑ نے اپنی جماعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے کی نصیحت کرتے ہوئے مرشد کی ضرورت اور مرشد کے ساتھ مرید کے تعلق کی نوعیت کو بھی نہایت لطیف پیرایہ میں واضح فرمایا ہے۔ حضورؑ کی ان نصائح پر بدل و جان عمل پیرا ہونا ہمارے لئے از بس ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلافت کی عظیم الشان نعمت سے سرفراز فرما کر نسلاً بعد نسلٍ تا قیامت ہمیشہ ایک ہاتھ پر جمع رہنے کا حکم دیا ہے۔ صدق و وفا اور اخلاص و اطاعت کی راہ پر گامزن ہوئے بغیر ہم خلافت کے آسمانی نظام کے ساتھ وابستہ نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل پیرا ہوتے ہوئے صدق و وفا اور اخلاص و اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

"خاوند عورت کے لئے اللہ تعالیٰ کا مظہر ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سوا کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے ..... ایسا ہی قرآن کریم اور حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ مُرشد کے ساتھ مرید کا تعلق ایسا ہونا چاہیئے جیسا عورت کا تعلق مرد سے ہو۔ مرشد کے کسی حکم کا انکار نہ کرے اور اس کی دلیل نہ پوچھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فرمایا ہے کہ منعم علیہ کی راہ کے مقیّد رہیں۔ انسان چونکہ طبعاً آزادی کو چاہتا ہے پس حکم کر دیا کہ اس راہ کو اختیار کرے۔ تجربہ کار ڈاکٹر اگر غلطی بھی کرے تو جاہل کے علاج سے بہتر ہے۔ ایک جاہل کے پاس اگر اعلیٰ درجہ کے نُ

اوزار ہوں لیکن ہاتھ حاذق ڈاکٹر کا نہ ہو تو وہ اوزار کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے ؎

اگر دستِ سلیمانی نہ باشد   چہ خاصیت دہد نقشِ سلیمانی

پس قرآن کریم ایک تیز ہتھیار ہے لیکن اس کے استعمال کے لئے اعلیٰ درجہ کے ڈاکٹر کی ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ کی تائیدات سے فیض یافتہ ہو۔

یہ ضروری بات ہے کہ دل پاک ہو لیکن ہر جگہ یہ دولت میسّر نہیں آ سکتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو پیدا کیا مگر ہر شخص نبی نہیں ہوتا اور وہ مقدار کم ہے۔ آدمؑ ہی ایک ہے جو نطفہ کے بغیر پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح میرا یہ الہام ہے اردت ان استخلف فخلقت اٰدم۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کو کسی کی بیعت اور مریدی کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ جیسے آدم کو خدا نے اپنے جمالی اور جلالی ہاتھ سے پیدا کیا ہے یہ خلیفۃ اللہ بھی اسی کے ہاتھ کا تربیت یافتہ اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا ہوگا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے مجھ کو ان سلسلوں سے الگ رکھا جو منہاجِ نبوت کے خلاف ہیں۔ اب جب کہ یہ حال ہے کہ دل کی پاکیزگی کا حاصل کرنا ضروری ہے (تو جاننا چاہیئے) یہ حاصل نہیں ہو سکتی جب تک منہاجِ نبوت پر آئے ہوئے پاک انسان کی صحبت میں نہ بیٹھے۔ اور اس کی صحبت کی توفیق نہیں مل سکتی جب تک اولاً انسان یہ یقین نہ کرے کہ وہ ایک مرنے والی ہستی ہے۔ یہی ایک بات ہے جو اس کو صادق کی صحبت کی توفیق عطا فرما سکتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے لئے نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک واعظ پیدا کر دیتا ہے۔ سب سے بڑھ کر واعظ یہ ہے کہ وہ کونوا مع الصادقین کی حقیقت کو سمجھ لے۔

صحابہ کرامؓ کی حالت کو دیکھو کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کے لئے کیا کچھ نہ کیا۔ جو کچھ انہوں نے کیا اسی طرح پر ہماری جماعت کو لازم ہے کہ وہی رنگ اپنے اندر پیدا کریں۔ بدوں اس کے وہ اُس اصلی مطلب کو جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں پا نہیں سکتے۔ کیا ہماری جماعت کو زیادہ حاجتیں اور ضرورتیں لگی ہوئی ہیں جو صحابہؓ کو نہ تھیں؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے اور آپؐ کی باتیں سننے کے واسطے کیسے حریص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعودؑ کے ساتھ ہے یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ وہ صحابہؓ کی جماعت سے ملنے والی ہے۔ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ مفسروں نے مان لیا ہے کہ یہ مسیح موعودؑ والی جماعت ہے۔ اور یہ گویا صحابہؓ کی ہی جماعت ہوگی۔ اور وہ مسیح موعودؑ کے ساتھ نہیں درحقیقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی ساتھ ہیں کیونکہ مسیح موعودؑ آپؐ ہی کے ایک جمال میں آئے گا اور تکمیلِ تبلیغ و اشاعت

کے کام کے لئے وہ مامور ہوگا۔

اس لئے ہمیشہ دل غم میں ڈوبتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو بھی صحابہؓ کے انعامات سے بہرہ ور کرے۔ ان میں وہ صدق ووفا، وہ اخلاص اور اطاعت پیدا ہو جو صحابہؓ میں تھی۔ یہ خدا کے سوا کسی سے ڈرنے والے نہ ہوں۔ متقی ہوں۔ کیونکہ خدا کی محبت متقی کے ساتھ ہوتی ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۔"

(الحکم ۲۴ر دسمبر ۱۹۰۰ء)

صحابۂ کرامؓ کا معیارِ اطاعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ بڑے اہل الرائے تھے خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی۔ وہ اصولِ سیاست سے بھی خوب واقف تھے ..... مگر رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپؐ نے کچھ فرمایا اپنی تمام آراء اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسی کو واجب العمل قرار دیا۔ ان کا اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے اور آپؐ کے لبِ مبارک کو متبرک سمجھتے تھے۔ اگر ان میں یہ اطاعت، یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑجاتی تو وہ اِس قدر مراتبِ عالیہ کو نہ پاتے۔"

(الحکم نمبرہ سنہ ۱۹۰۱ء صا)

عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَفِي ذَاكَ آيَاتٌ لِقَلْبٍ مُفَكِّرٍ

اور اس میں سوچنے والے دل کے لئے نشانات ہیں۔

وَنَحْنُ وَأَنْتُمْ فِي الْبَسَاتِينِ نَرْتَعُ
اور ہم اور تم تو باغوں میں مزے کرتے ہیں۔
وَهُمْ حَضَرُوا مَيْدَانَ قَتْلٍ كَمَحْشَرٍ
اور وہ (صحابہؓ) تو قیامت جیسے قتل کے میدان میں حاضر رہتے تھے

وَتَرَكُوا هَوَى الْأَوْطَانِ لِلّٰهِ خَالِصاً
انہوں نے خدا کی راہ میں وطن چھوڑ دیئے
وَجَاءُوا الرَّسُولَ كَعَاشِقٍ مُتَحَيِّرٍ
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاشق وشیدا کی طرح آئے

عَلَى الضُّعْفِ صَوَّالُونَ مِنْ قُوَّةِ الْهُدٰى
ہدایت کی قوت سے باوجود کمزوری کے حملہ آور تھے۔
عَلَى الْجُرْحِ سَلَّالُونَ سَيْفَ التَّشَذُّرِ
اور زخمی ہونے کی حالت میں ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی تلوار کھینچنے والے تھے

أَتُكَفِّرُ خُلَفَاءَ النَّبِيِّ تَجَاسُراً
کیا تو جرأت کرکے رسول اللہ کے خلیفوں کو کافر کہتا ہے
أَتَلْعَنُ مَنْ هُوَ مِثْلُ بَدْرٍ مُنَوَّرٍ
کیا تو چودھویں کے چاند جیسے روشن لوگوں پر لعنت کرتا ہے

وَإِنْ كُنْتَ قَدْ سَاءَتْكَ أَمْرُ خِلَافَةٍ
اگر تجھ کو خلافت کا امر غمناک رکھتا ہے تو
فَحَارِبْ مَلِيكاً اِجْتَبَاهُمْ كَمُشْتَرِيْ
اس خدا سے لڑ جس نے انہیں مثل مشتری کے چنا ہے

فَبِإِذْنِهِ قَدْ وَقَعَ مَا كَانَ وَاقِعاً
پس خدا کے اذن سے ہونے والا امر ہو چکا تھا۔
فَلَا تَبْكِ بَعْدَ ظُهُورِ قَدَرٍ مُقَدَّرٍ
تقدیر مقدر کے ظاہر ہو جانے کے بعد رونا چھوڑ دے

وَمَا اسْتَخْلَفَ اللّٰهُ الْعَلِيمُ كَذَاهِلٍ
اور علیم خدا نے بھولنے والے کی طرح خلیفہ مقرر نہیں کیا
وَمَا كَانَ رَبُّ الْكَائِنَاتِ كَمُهْتَرٍ
اور رب الکائنات بکواسی کی طرح نہیں ہو سکتا

وَقُضِيَتْ أُمُورُ خِلَافَةٍ مَوْعُودَةٍ
اور خلافت موعودہ کے امور پورے ہو گئے
وَفِي ذَاكَ آيَاتٌ لِقَلْبٍ مُفَكِّرٍ
اور اس میں سوچنے والے دل کے لئے نشانات ہیں

(سر الخلافۃ)

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

رفتہ رفتہ رسید نوبتِ ما

رفتہ رفتہ ہماری باری بھی آ پہنچی

ہر ظہورے یکے سبب دارد
ہر نئی بات کا ایک سبب ہوا کرتا ہے

داند آں کو بدل طلب دارد
اس کو وہی سمجھتا ہے جس کے دل کو طلب لگی ہوئی ہو

پس چنیں شورشِ محبتِ یار
پس دوست کی محبت کی ایسی شورش

کہ بشوید ہم از خودی آثار
جو خودی کے آثار کو مٹا ڈالے

ایں میسّر نمے شود زنہار
یہ شورش ہرگز میسر نہیں آ سکتی

جز سخن ہائے دلبر و دلدار
سوائے دلبر اور دلدار کی باتوں کے

عشق کو رو نماید از دیدار
وہ عشق جو دیدار سے پیدا ہوا کرتا ہے۔

نیز گہ گہ بخیزد از گفتار
کبھی کبھی گفتار سے بھی پیدا ہوتا ہے۔

بالخصوص آں سخن کہ از دلدار
خاص کر دلدار کی وہ باتیں جو بطور

خاصیّت دارد اندریں اسرار
اسرار کے عشق پیدا کرنے والی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہیں

کشتۂ او نہ یک نہ دو نہ ہزار
ان باتوں کے فدائی صرف ایک دو یا ہزار انسان ہی نہیں بلکہ اس کے کشتے بے شمار ہیں

ایں قتیلانِ او بروں ز شمار

ہر زمانے قتیلِ تازہ بخواست
ہر زمانہ میں ایک نیا قتیل پیدا ہوتا ہے۔

غازۂ روئے او دمِ شہدا است
اس کے چہرہ کا غازہ شہیدوں کا خون ہوتا ہے

ایں سعادت چو بود قسمتِ ما
یہ سعادت چونکہ ہماری قسمت میں تھی

رفتہ رفتہ رسید نوبتِ ما
رفتہ رفتہ ہماری نوبت بھی آ پہنچی

زینب السمیع

جماعتی اتحاد اور نظامِ خلافت کی اطاعت

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کا ایک پُر معارف خطبہ

ذیل میں حاجی الحرمین حضرت مولانا حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک پُر معارف خطبہ کے بعض حصّے درج کئے جاتے ہیں جن میں آپ نے واضح فرمایا ہے کہ جماعتی اتحاد نظامِ خلافت کی اطاعت پر موقوف ہے۔ نیز آپ نے اُن لوگوں کو سرزنش فرمائی ہے جو بیعت کر لینے کے باوجود مومن بالخلافت نہ رہے تھے اور آپ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جو بعد ازاں مومن بالخلافت نہ رہنے کے نتیجہ میں جماعت سے منقطع کئے گئے۔ چنانچہ آپ نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو عید الفطر کا خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا:-

"کوئی قوم سوائے وحدت کے نہیں بن سکتی، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کوئی انسان سوائے وحدت کے انسان نہیں بن سکتا۔ کوئی محلہ سوائے وحدت کے محلّہ نہیں بن سکتا، اور کوئی گاؤں سوائے وحدت کے گاؤں نہیں بن سکتا، اور کوئی ملک سوائے وحدت کے ملک نہیں بن سکتا، اور کوئی سلطنت سوائے وحدت کے سلطنت نہیں بن سکتی۔ دیکھو میری آنکھ تو کہتی ہے یہ زہر ہے۔ اب ہاتھ کہے کہ مجھے آنکھ کی پرواہ نہیں اور وہ اٹھا کر وہ زہر کھا لیتا ہے، تو اس کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ اسی طرح گھر کی بات ہے کہ اگر بچہ اپنے مربّی اپنے باپ اپنی ماں کی بات نہیں سنتا تو اس کی تعلیم و تربیت کا ستیاناس ہو جائے۔ اسی طرح محلہ، ملک، اور سلطنت کا حال ہے۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی تفسیر میں مَیں نے مرزا صاحبؑ سے سنا ہے کہ اِھْدِنَا میں نَا اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ سوائے جماعت کے اللہ تعالیٰ سے بعض خاص فضل کوئی انسان نہیں لے سکتا جماعت کی بڑی ضرورت ہے یہاں تک کہ اگر جماعت نہ ہو تو خدا کے اس فضل کے جاذب نہیں ہو سکتے....

حضرت صاحبؑ کے زمانہ میں میں نے ۱۴۰۰ کارڈ چھپوائے تھے کہ ۱۴۰۰ آدمیوں کی جماعت ہو کر ہم حضرت صاحبؑ سے بیعت کریں گے اور اُس فضل سے حصہ لیں گے جو جماعت سے مختص ہے۔ خدا نے خلوصِ نیت سے نوازا اور ۱۴۰۰ سے کئی لاکھ اس جماعت کو بنا دیا۔ اب ضرورت ہے اس جماعت

میں اتفاق، اتحاد، اور وحدت کی اور وہ موقوف ہے خلیفہ کی فرمانبرداری پر۔

ایک خلیفہ آدمؑ تھا۔ اُس کی نسبت فرمایا ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ اب خود ہی اُس کے بارہ میں ارشاد ہے عَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی لیکن جب فرشتوں نے کہا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ تو ان کو ڈانٹ بتائی کہ تم کون ہوتے ہو ایسا کہنے والے، پس فَاسْجُدُوْا لِاٰدَمَ تم آدم کو سجدہ کرو چنانچہ ان کو ایسا کرنا پڑا۔ دیکھو خود تو عاصی اور غوی تک کہہ لیا مگر فرشتوں نے چوں کی تو اس کو ناپسند فرمایا۔ میں نے کسی زمانہ میں تحقیقات کی ہے کہ نبی کے لئے لازم نہیں کہ اس کے لئے پیشگوئی ہو اور خلیفہ کے لئے تو بالکل ہی لازمی نہیں۔ دیکھو آدمؑ اور داؤدؑ کے لئے کیا کیا مشکلات پیش آئے۔ میں اس قسم کا قصہ گو واعظ نہیں کہ تمہیں عجیب عجیب قصے ان کے متعلق سناؤں مگر فَاسْتَغْفَرَ رَبَّہٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ ○ سے یہ تو پایا جاتا ہے کہ کچھ نہ کچھ تو تھا جس کے لئے یہ الفاظ آئے۔ تیسرا خلیفہ ابوبکرؓ ہے۔ اس کے مقابلہ میں شیعہ جو کچھ اعتراض کرتے ہیں وہ اتنے ہیں کہ ۱۳۰۰ برس گزر گئے مگر وہ اعتراض ختم ہونے میں نہیں آئے۔ ابھی ایک کتاب نئی نئی میں نے منگوائی ہے جس کے ۷۴۰ صفحات میرے پاس پہنچے ہیں اس میں صرف اتنی بات پر بحث ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بہتر ہے یا ابوبکرؓ۔ پھر شیعہ کہتے ہیں کہ ان کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ پیشگوئی نہیں فرمائی۔ چوتھا خلیفہ تم سب ہو۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ اگلی قوموں کو ہلاک کر کے تم کو ان کا خلیفہ بنا دیا لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ اب دیکھتے ہیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ چار کا ذکر تو ہو چکا۔ اب میں تمہارا خلیفہ ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ الوصیت میں حضرت صاحبؑ نے نور الدین کا ذکر نہیں کیا تو ہم کہتے ہیں ایسا ہی آدمؑ اور ابوبکرؓ کا ذکر بھی پہلی پیشگوئی میں نہیں۔

حضرت صاحبؑ کی تصنیف میں معرفت کا ایک نقطہ ہے وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں، جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا۔ اور ادھر چودہ اشخاص کو فرمایا کہ تم بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو۔ تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے۔ پھر ان چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرا دی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا۔ پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔ اب جو اجماع کا خلاف کرنے والا ہے وہ خدا کا مخالف ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔

میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے۔ واقعی چودہ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے اور ان کی کثرتِ رائے کے فیصلے کو قطعی فرمایا۔ اب دیکھو کہ انہی متقیوں نے (جن کو حضرت صاحبؑ نے اپنی خلافت کے لئے منتخب فرمایا) اپنی تقویٰ کی رائے سے اپنی اجماعی رائے سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ و امیر مقرر کیا اور پھر نہ صرف خود بلکہ ہزار ہا لوگوں کو اس کشتی پر چڑھایا جس پر خود سوار ہوئے۔ تو کیا خدا تعالیٰ ساری قوم کا بیڑہ غرق کر دے گا۔ ہرگز نہیں۔ پس تم کان کھول کر سنو اگر اب اِس معاہدے کے خلاف کرو گے تو اعقبھم نفاقاً فی قلوبھم کے مصداق بنو گے۔ میں نے تمہیں یہ کیوں سنایا؟ اس لئے کہ تم میں بعض نافہم ہیں جو بار بار کمزوریاں دکھاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔

خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اِس کُرتہ کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا۔ خدا کے مامور کا وعدہ ہے اور اُس کا مشاہدہ ہے کہ وہ اس جماعت کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اُس کے عجائباتِ قدرت بہت عجیب ہیں اور اُس کی نظر بہت وسیع ہے تم معاہدہ کا حق پورا کرو پھر دیکھو کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو ..... دیکھو تم میرے حق کو بجا لاؤ۔ میں نے کبھی اپنی بڑائی نہیں کی۔ مجھے ضرورتاً کچھ کہنا پڑا ہے۔ اُس کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ مجھے دوبارہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے پہلے معاہدے پر قائم رہو ایسا نہ ہو کہ نفاق میں مبتلا ہو جاؤ۔ اگر تم مجھ میں کوئی اعوجاج دیکھو تو اُس کی استقامت کی دعا سے کوشش کرو۔ مگر یہ گمان نہ کرو کہ تم مجھ بڈھے کو آیت یا حدیث یا مرزا صاحبؑ کے کسی قول کے معنے سمجھا لو گے۔ اگر میں گندہ ہوں تو یوں دعا کرو کہ خدا مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ پھر دیکھو کہ دعا کس پر الٹی پڑتی ہے۔ توبہ کرو اور دعا کرو اور پھر دعا کرو۔ میں فروری گویا نو ماہ سے اس دُکھ میں مبتلا ہوں۔ اب تم اس بڈھے کو تکلیف میں نہ ڈالو۔ اِس پر رحم کرو۔ اگر میں نے کسی کا مال کھایا تو میں دس گُنا دینے کی طاقت رکھتا ہوں۔ اگر میں نے کسی سے طمع کیا ہے تو میں لعنت کر کے کہوں گا کہ ایسا آدمی ضرور بول اٹھے۔ میں اپنے آپ کو لعنتی سمجھوں گا اگر میں نے تمہارے مالوں میں کچھ لینے کا خیال کیا ہو ....

ایک اور غلطی ہے وہ طاعت درمعروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں اطاعت نہ کریں گے۔ یہ لفظ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آیا ہے وَلَا

يَعْصِيْنَكَ فِي مَعْرُوْفٍ ۔ اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ ؐ کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے ۔ اسی طرح حضرت صاحبؑ نے بھی شرائط بیعت میں طاعت درمعروف لکھا ہے ۔۔۔۔

پھر مجھے کہتے ہیں کہ لوگوں سے اختلاط کرتا ہے ۔ اس کا جواب تمہارے لئے جو میرے مرید ہیں یہی کافی ہے کہ تم میرے آمر نہیں بلکہ مامور ہو۔ کیا مجھ پہ بال بچے کی پرورش فرض نہیں ۔ بے شک وہ مجھے مخفی طور پہ رزق دیتا ہے مگر اس ستّار نے پردہ پوشی کا رنگ بھی رکھا ہے ۔ میں اس کی شان کو ضائع کرنا نہیں چاہتا ۔۔۔

پس میں تم کو نصیحت کرتا ہوں ، پھر نصیحت کرتا ہوں ، پھر نصیحت کرتا ہوں ، پھر نصیحت کرتا ہوں پھر نصیحت کرتا ہوں ، پھر کرتا ہوں ، پھر کرتا ہوں ۔ پھر کرتا ہوں ، پھر پھر پھر کرتا ہوں کہ آپس کے تباغض و تحاسد کو دور کر دو ، یہ مجتہدانہ رنگ چھوڑ دو۔ جو مجھے نصیحت کرنے میں وقت خرچ کرتا ہے وہ دعا میں خرچ کرو اور اللہ سے اس کا فضل چاہو۔ تمہارے وعظوں کا اثر مجھ بڈھے پر نہیں ہوگا ۔ ادب کو ملحوظ رکھ کر ہر ایک کام کو کرو ۔ اور یہ میں اپنی بڑائی کے لئے نہیں کہتا بلکہ تمہارے ہی بھلے کے لئے کہتا ہوں ۔ جس طرح دکاندار صبح اپنی دکان کو کھولتا ہے اسی طرح میں بھی اپنی دکان کھولتا ہوں اور بیماروں کو دیکھتا ہوں ۔ میں تمہارے ابتلاء سے بہت ڈرتا ہوں اس لئے مجھے کمانے کا زیادہ فکر ہوتا ہے ۔ بم کے گولے اور زلزلہ سے بھی زیادہ خوفناک یہ بات ہے کہ تم میں وحدت نہ ہو ۔۔۔۔۔۔

تم میں جو نقص ہیں ان کی اصلاح کرو ۔ عورتوں سے جن کا سلوک اچھا نہیں ، (یعنی) قرآن کے خلاف ہے ، وہ خصوصیت سے توجہ کریں ۔ میں ایسے لوگوں کو اپنی جماعت سے الگ نہیں کرتا کہ شاید وہ سمجھیں ، پھر سمجھ جائیں ، پھر سمجھ جائیں ۔ ایسا نہ ہو کہ میں ان کی ٹھوکر کا باعث ہوں ۔ میں آخر میں پھر کہتا ہوں کہ آپس میں تباغض و تحاسد چھوڑ دو ۔ کوئی امر امن یا خوف کا پیش آجاوے عوام کو نہ سناؤ ۔ ہاں جب کوئی امر طے ہو جائے تو پھر بے شک اشاعت کرو ۔

اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ یہ باتیں تمہیں ماننی پڑیں گی ۔ طوعاً و کرہاً ۔ اور آخر کہنا پڑے گا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ ۔ جو کچھ میں کہتا ہوں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں راہِ ہدایت پر قائم رکھے اور خاتمہ بالخیر کرے ۔ آمین ۔ “ (بدر ۲۱ ۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

(مرسلہ عبدالحمید صاحب آڈیٹر)

پہلا خطابِ عام!

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو مسندِ خلافت پر رونق افروز ہونے کے بعد جماعت سے جو پہلا خطابِ عام فرمایا وہ نہایت درجہ اہمیت کا حامل ہوتے ہوئے ہمارے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس خطاب کا بار بار مطالعہ کرنا اور اس میں بیان فرمودہ نصائح پر عمل پیرا ہونا ہمارے لئے ازبس ضروری ہے۔ اس کی بے انداز اہمیت اور ہمہ گیر افادیت کے پیش نظر اس کے بعض حصّے ذیل میں ہدیۂ قارئین کئے جا رہے ہیں۔ یہ وہ اثر انگیز تاریخی خطاب ہے جس سے مستفیض ہو کر مبایعین کے قلوب معجزانہ طور پر سکینت سے بھر گئے تھے حضور نے فرمایا:-

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ سنو! دوستو! میرا یقین اور کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔ میرے پیارو! پھر میرا یقین ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ میرا یقین ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی شخص نہیں آسکتا جو آپؐ کی دی ہوئی شریعت میں سے ایک شعشہ بھی منسوخ کر سکے۔ میرے پیارو! میرا وہ محبوب آقا سیّد الانبیاءؐ ایسی عظیم الشان شان رکھتا ہے کہ ایک شخص اس کی غلامی میں داخل ہو کر کامل اتباع اور وفاداری کے بعد نبیوں کا رتبہ حاصل کر سکتا ہے یہ سچ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ایسی شان اور عزت ہے کہ آپؐ کی سچی غلامی میں نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ میرا ایمان ہے اور میں پورے یقین سے کہتا ہوں۔ پھر میرا یقین ہے کہ قرآن مجید وہ پیاری کتاب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اور وہ خاتم الکتب اور خاتم شریعت ہے۔ پھر میرا یقینِ کامل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہی نبی تھے جس کی خبر مسلم میں ہے، اور وہی امام تھے جس کی خبر بخاری میں ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ شریعتِ اسلامی میں کوئی حصہ اب منسوخ نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال کی اقتدا کرو۔ وہ نبیؐ کریم

صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں اور کامل تربیت کا نمونہ تھے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا جو اجماع ہوا وہ وہی خلافتِ حقہ راشدہ کا سلسلہ ہے ۔ خوب غور سے دیکھ لو اور تاریخ اسلام میں پڑھ لو کہ جو ترقی اسلام کی خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئی جب وہ خلافت محض حکومت کے رنگ میں تبدیل ہو گئی تو گھٹتی گئی ۔ یہاں تک کہ اب جو اسلام اور اہل اسلام کی حالت ہے تم دیکھتے ہو ۔

تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالےٰ نے اسی منہاج نبوت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کے موافق بھیجا اور ان کی وفات کے بعد پھر وہی سلسلہ خلافتِ راشدہ کا چلا ۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحب (ان کا درجہ اعلےٰ علیین میں ہو ، اللہ تعالےٰ کروڑوں کروڑ رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل کرے ۔ جس طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ان کے دل میں بھری ہوئی اور ان کے رگ و ریشہ میں جاری تھی ، جنت میں بھی اللہ تعالےٰ انہیں پاک وجودوں اور پیاروں کے قرب میں آپ کو اکٹھا کرے) اس سلسلہ کے پہلے خلیفہ تھے اور ہم سب نے اسی عقیدہ کے ساتھ اُن کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ۔ پس جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اسلام مادی اور روحانی طور پر ترقی کرتا رہے گا ۔ ۔ ۔ ۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ایک خوف ہے اور میں اپنے وجود کو بہت ہی کمزور پاتا ہوں ۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے غلام کو وہ کام مت بتاؤ جو وہ کر نہیں سکتا ۔ تم نے اِس وقت مجھے غلام بنانا چاہا ہے تو وہ کام مجھے نہ بتانا جو میں نہ کر سکوں ۔ میں جانتا ہوں کہ میں کمزور اور گنہگار ہوں ۔ میں کس طرح دعویٰ کر سکتا ہوں کہ دنیا کی ہدایت کر سکوں گا اور حق اور راستی کو پھیلا سکوں گا ۔ ہم تھوڑے ہیں اور اسلام کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ مگر اللہ تعالےٰ کے فضل اور کرم اور غریب نوازی پر ہماری امیدیں بے انتہا ہیں ۔ تم نے یہ بوجھ مجھ پر رکھا ہے تو سنو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے میری مدد کرو اور وہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ سے فضل اور توفیق چاہو اور اللہ تعالےٰ کی رضا اور فرمانبرداری میں میری اطاعت کرو ۔ میں انسان ہوں اور کمزور انسان ۔ مجھ سے کمزوریاں ہوں گی تو تم چشم پوشی کرنا تم سے غلطیاں ہوں گی تو میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر عہد کرتا ہوں کہ میں چشم پوشی اور درگزر کروں گا ۔ میرا اور تمہارا متحد کام اس سلسلہ کی ترقی اور اس سلسلہ کی غرض و غایت کو عملی رنگ میں پیدا کرنا ہے ۔ پس اب جو تم نے میرے ساتھ ایک تعلق پیدا کیا ہے اس کو وفاداری سے پورا کرو ۔ تم مجھ سے اور میں تم سے چشم پوشی خدا کے فضل سے کرتا رہوں گا ۔ تمہیں امر بالمعروف میں میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہوگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں میں پھر کہتا ہوں اور پھر

سے کام لوگے اور اس عہد کو مضبوط کرو گے تو یاد رکھو اللہ تعالےٰ کا فضل ہماری دستگیری کرے گا۔ اور ہماری متحد دعائیں کامیاب ہوں گی ....

جس کام کو مسیح موعودؑ نے جاری کیا تھا اپنے موقع پر وہ امانت میرے سپرد ہوئی ہے۔ پس دعائیں کرو اور تعلقات بڑھاؤ اور قادیان آنے کی کوشش کرو اور بار بار آؤ۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا اور بار بار سنا ہے کہ جو یہاں بار بار نہیں آتا اندیشہ ہے کہ اس کے ایمان میں نقص ہو۔ اسلام کا پھیلانا ہمارا پہلا کام ہے۔ مل کر کوشش کرو تاکہ اللہ تعالےٰ کے احسانوں اور فضلوں کی بارش ہو۔ میں پھر تمہیں کہتا ہوں، پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں اب جو تم نے بیعت کی ہے اور میرے ساتھ ایک تعلق حضرت مسیح موعودؑ کے بعد قائم کیا ہے اس تعلق میں وفاداری کا نمونہ دکھاؤ اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھو میں ضرور تمہیں یاد رکھوں گا۔ ہاں یاد رکھتا بھی رہا ہوں، کوئی دعا میں نے آج تک ایسی نہیں کی جس میں میں نے سلسلہ کے افراد کے لئے دعا نہ کی ہو مگر اب آگے سے بھی زیادہ یاد رکھوں گا۔ مجھے کبھی پہلے بھی دعا کے لئے کوئی ایسا جوش نہیں آیا جس میں احمدی قوم کے لئے دعا نہ کی ہو۔ پھر سنو کہ کوئی کام ایسا نہ کرو جو اللہ تعالےٰ کے عہد شکن کیا کرتے ہیں ہماری دعائیں یہی ہوں کہ ہم مسلمان جئیں اور مسلمان مریں۔ آمین "

(الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء)

خیر و برکت کا راز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

" میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا مونہہ نہ دیکھیں گے، پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور فرمانبرداری کے رنگ میں خدا اور اس کے رسولؐ کے فرمودہ پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ کہ بہتری اسی میں ہے "

(الحکم ۱۲ رمئی ۱۸۹۹ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے مسلمانانِ عالم میں تغیر

مکرم جناب نسیم سیفی صاحب، سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعوٰے کے ثبوت میں جو بنیادی دلائل پیش فرمائے ہیں ان میں مندرجہ ذیل حدیث کو خاص اہمیت حاصل ہے اِنّ اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامّۃ علٰی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدّد لھا دینھا" یعنی اللہ تعالٰے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس امت کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ اس حدیث پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، کی بعثت کا کسی نہ کسی رنگ میں تمام امت مسلمہ کو فائدہ پہنچنا تھا۔ یوں بھی حضرت اقدس کسی مامور کی بعثت کے وقت اس کے وجود سے دنیا کے لوگوں کو عمومی رنگ میں فائدہ پہنچنے کا یوں ذکر فرماتے ہیں:۔

"(سو اِن قسموں میں یہی قانونِ قدرت اللہ تعالٰے پیش کرتا ہے، اور فرماتا ہے کہ تم غور کر کے دیکھ لو کیا خدا کا یہ محکم اور دائمی قانونِ قدرت نہیں کہ زمین کی تمام سرسبزی کا مدار آسمان کا پانی ہے۔ سو اس پوشیدہ قانونِ قدرت کے لئے جو الہامِ الٰہی کا سلسلہ ہے یہ کھلا کھلا قانونِ قدرت بطور گواہ کے ہے۔ سو اس گواہ سے فائدہ اٹھاؤ اور صرف عقل کو اپنا رہبر مت بناؤ کہ وہ ایسا پانی نہیں جو آسمانی پانی کے سوا موجود رہ سکے۔ جس طرح آسمانی پانی کا یہ خاصہ ہے کہ خواہ کسی کنوئیں میں اس کا پانی پڑے یا نہ پڑے وہ اپنی طبعی خاصیت سے تمام کنوؤں کے پانی کو اوپر چڑھا دیتا ہے۔ ایسا ہی جب خدا کا ایک الہام یافتہ دنیا میں ظہور فرماتا ہے خواہ کوئی عقلمند اس کی پیروی کرے یا نہ کرے مگر اس الہام یافتہ کے زمانے میں خود عقلوں میں ایسی روشنی اور صفائی آجاتی ہے کہ پہلے اس سے موجود نہ تھی۔ لوگ خواہ نخواہ حق کی تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور غیب سے ایک حرکت ان کی قوت متفکرہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ سو یہ تمام عقلی ترقی اور دلی جوش اس الہام یافتہ کے قدمِ مبارک سے پیدا

ہو جاتا ہے اور بالخاصیت زمین کے پانیوں کو اوپر اٹھاتا ہے۔ جب تم دیکھو کہ مذاہب کی جستجو میں ہر ایک شخص کھڑا ہو گیا ہے اور زمینی پانی کو کچھ ابال آیا ہے تو اٹھو اور خبردار ہو جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ آسمان سے زور کا مینہ برسا ہے اور کسی دل پر الہامی بارش ہو گئی ہے"

اسی طرح حضور پرنورؑ اپنی تصنیف لطیف "ضرورۃ الامام" میں فرماتے ہیں:۔

"حقیقت یہ ہے کہ جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان میں ایک صورتِ انبساطی پیدا ہو جاتی ہے اور انتشارِ روحانیت اور نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں۔ پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے اس کو سلسلۂ الہام شروع ہو جاتا ہے اور جو شخص فکر اور غور کے ذریعہ سے دینی تفقہ کی استعداد رکھتا ہے اس کے تدبر اور سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے اور جس کو عبادات کی طرف رغبت ہو اس کو تعبد اور پرستش میں لذت عطا کی جاتی ہے اور جو شخص غیر قوموں کیساتھ مباحثات کرتا ہے اس کو استدلال اور اتمام حجت کی طاقت بخشی جاتی ہے اور یہ تمام باتیں درحقیقت اُس انتشارِ روحانیت کا نتیجہ ہوتا ہے جو امام الزمان کے ساتھ آسمان سے اترتی اور ہر ایک مستعد کے دل پر نازل ہوتی ہے۔ اور یہ ایک عام قانون اور سنت الٰہی ہے جو ہمیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رہنمائی سے معلوم ہوا اور ذاتی تجارب نے اس کا مشاہدہ کرایا ہے مگر مسیح موعود کے زمانے کو اس سے بھی بڑھ کر ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت یہ انتشارِ نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتو ہوگا جیسا کہ دیوار پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو دیوار منور ہو جاتی ہے اور اگر چونہ اور قلعی سے سفید کی گئی ہو تو پھر تو اور بھی زیادہ چمکتی ہے۔ اور اگر اس میں آئینے نصب کئے گئے ہوں تو ان کی روشنی اس قدر بڑھتی ہے کہ آنکھ کو تاب نہیں رہتی"

امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں نے جو حضور پرنورؑ کی بعثت پر ایمان لاکر روحانی فیض اٹھایا ہے اور جو اسلام کی ترقی کے لئے کی گئی کوششوں کے ثمردار نتائج دیکھے ہیں وہ تو ہمیشہ ہمارے سامنے آتے ہی رہتے ہیں۔ ساری دنیا میں اسلام کی تبلیغ کرنے والی اگر حقیقی معنوں میں کوئی فعّال جماعت ہے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں ہی کی ہے۔ اگر قرآن کریم کے

تراجم کئے جا رہے ہیں ، تثلیث کے مرکزوں میں مساجد کی صورت میں اسلامی مراکز قائم کئے جا رہے ہیں اور ادیان باطلہ کے بطلان کو طشت از بام کیا جا رہا ہے ۔ تو ایسا کرنے والی احمدیہ جماعت ہی ہے ۔ جسے حضرت امام الزمان کی روحانی قیادت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی خدمت کا دعویٰ ہے ۔ لیکن اس بات کے شواہد بھی بکثرت موجود ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت نے امت مسلمہ کو ایک بیدار دل عطا کر دیا ہے اور لبنے اپنے رنگ میں اور اپنی اپنی بساط کے مطابق دنیا کے مختلف ممالک میں بسنے والے مسلمان اسلام کی خدمت کا دعویٰ کرنے لگے ہیں ۔ ادیان باطلہ کا مقابلہ جس کا انہیں کئی صدیوں سے خیال نہ آیا تھا ۔ اب ان کے لئے باعث فخر ہے ۔

جماعت احمدیہ کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ اس کے امام کے نورانی دل پر الہامی بارش ہوئی اور اس کے نتیجہ میں انتشار روحانیت اور نورانیت ہوا ۔ اور جن کنوؤں میں براہ راست یہ پانی نہیں پڑا ان کے پانی بھی اوپر چڑھ آئے ہیں ۔

پاکستان کی مملکت اسلامیہ ہی کو لے لیجئے یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ یہاں دینی جوش باقی تمام عالم اسلام سے بڑھا ہوا ہے ۔ اسلامی کتب کی اشاعت اور تبلیغ کے جذبے میں اس ملک کے مسلمان ہر دوسرے ملک کے مسلمانوں سے آگے ہیں ۔ جگہ جگہ تبلیغی انجمنیں قائم ہو رہی ہیں ۔ ورلڈ فیڈریشن آف مسلم مشنز کا صدر مقام بھی پاکستان ہی میں ہے ۔ اخبارات نہ صرف صداقت اسلام کے متعلق بلکہ ادیان باطلہ کے بطلان کے متعلق دھڑا دھڑ مضامین شائع کر رہی ہیں ۔ ہر جگہ اس جذبہ کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ باقاعدہ طور پر مبلغ تیار کر کے بیرونی ممالک میں بھجوائے جائیں بلکہ بعض لوگ حکومت سے بھی اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز کرے ۔

مکانوں ، دکانوں ، اور گلی کوچوں پر آپ کو قیام نماز کی تلقین کرنے والے نوٹس نظر آئیں گے مساجد میں درس قرآن و حدیث جاری ہیں یہ سب باتیں درحقیقت آج سے ساٹھ ستر سال قبل اس بابرکت وجود نے شروع کی تھیں جسے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود و امام الزمان بنا کر بھیجا تھا اور جس کی وجہ سے دنیا میں انتشار روحانیت مقدر تھا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے ساٹھ سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا ریویو آف ریلیجنز جاری فرمایا تھا ۔ اس وقت مسلمان انگریزی پڑھنا کفر کی علامت تصور کرتے تھے ۔ لیکن اب دنیا بھر میں مسلمان انگریزی کے ذریعہ تبلیغ اسلام کرنا چاہتے ہیں ۔ جنوبی افریقہ میں "مسلم ڈائجسٹ" اور "مسلم نیوز" شائع ہوتے ہیں ۔ "مسلم نیوز" شائع کرنے والوں پر انتشار روحانیت کا اتنا اثر ہے کہ انھوں نے حال ہی میں اپنے ایک شمارہ میں مسلمان رہنماؤں کو مخاطب کر کے لکھا :-

"ہم دنیا بھر کے مسلمانوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ بھی یہ محسوس کرتے ہیں یا نہیں کہ اسلام کی تبلیغ کی ذمہ داری ان پر بھی عاید ہوتی ہے۔ اگر وہ یہ محسوس کرتے ہیں تو کیا وہ اس سلسلہ میں کوئی کام کر رہے ہیں۔ نیز ہم یہ بھی پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر وہ اس سلسلہ میں کوئی کام کر رہے ہیں تو وہ کام کس حد تک کیا جا رہا ہے اور کس طریق پر۔ دنیا کے مختلف حصوں میں کتنے مبشرین اسلام تبلیغ کے فریضے کی ادائیگی میں مصروف ہیں، خاص طور پر افریقہ میں؛ ان میں کتنے باقاعدہ تربیت یافتہ ہیں؛ ان کی ضروریات پوری کرنے کے کیا سامان بہم پہنچائے جا رہے ہیں؟ کیا وہ ایسے کام بھی سرانجام دیتے ہیں جن سے لوگوں کو فائدہ پہنچے؟ کیا وہ لوگوں کی بہبود کا کام بھی کرتے ہیں۔ ان مبشرین نے کس حد تک اپنے آپ سے مقامی لوگوں کو یگانگت کا یقین دلایا ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اسلامی تبلیغ کا کام زیادہ بہتر خطوط پر ہونا چاہیئے اور اسے منظم کرنا چاہیئے۔ انفرادی کوششیں اور وہ بھی گاہے گاہے زیادہ مفید ثابت نہیں ہو سکتیں۔ ہمیں ہمہ وقت کام کرنے والے جاں نثار، تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ مبشرین کی ضرورت ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان رہنما جس قدر جلد اس بات کا احساس پیدا کر لیں اتنا ہی ہم سب کے لئے بہتر ہوگا۔"

اس تجویز کو پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ اس انتشار روحانیت کا نتیجہ نہیں جو امام الزمان علیہ السلام کے دل پر الہامی بارش ہونے کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوئی ہے۔ اگر یہ ساری باتیں جماعت احمدیہ نے پہلے ہی سے سرانجام نہ دی ہوتیں تو کوئی کہہ بھی سکتا کہ خیال "مسلم نیوز" والوں ہی کو آیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ "مسلم نیوز" والوں نے جو سوالات مسلمان رہنماؤں سے کئے ہیں ان کے اثباتی اور عملی جواب احمدیہ جماعت نے ایک عرصہ سے مہیا کر رکھے ہیں۔ میں اس وقت مضمون کے اختصار کی وجہ سے اس تفصیل میں نہیں جا سکتا۔ نہ صرف یہ کہ احمدیہ جماعت ان تمام سوالوں کا جواب اثباتی اور عملی رنگ میں پیش کرتی ہے۔ بلکہ جہاں جہاں احمدیت پہنچی ہے اور انتشار روحانیت کا باعث ہوئی ہے وہاں مسلمانوں کی حالت حیرت انگیز طور پر بہتر ہو گئی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا نائیجیریا کے ایک کیتھولک اخبار نے لکھا تھا:-

"مسلمانوں کی بدلی ہوئی حالت کو دیکھئے۔ یہ سب سے زیادہ پس ماندہ قوم سمجھی جاتی تھی اور یہ کوئی تیس سال اُدھر کی بات ہے۔ لیکن جب سے احمدیوں نے اپنا ترقیاتی پروگرام شروع کیا ہے مسلمانوں کی حالت میں حیرت انگیز تبدیلی آ گئی ہے۔"

اسلام اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے پیش نظر وہاں کے ایک بشپ نے حال ہی میں اپنی علاقائی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ چرچ کو خبردار ہو جانا چاہئیے اور کسی صورت میں بھی یہ تاثر قائم نہ ہونے دینا چاہئیے کہ افریقنوں کے لئے سب سے زیادہ موزوں مذہب اسلام ہی کا مذہب ہے" انگلستان سے شائع ہونے والے ایک اخبار نے کچھ عرصہ ہوا افریقہ میں عیسائیت اور اسلام کی ترقی کا موازنہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ بات کچھ بعید نہیں کہ عنقریب عیسائیت یا عیسائی حلقے اسلام کے سمندر میں غرق ہو جائیں گے۔

اس وقت نائیجیریا میں (اور دوسرے افریقی ملکوں میں بھی) بڑوں کی اور نوجوانوں کی بھی کئی ایسی سوسائٹیاں موجود ہیں جو اسلام کی تبلیغ کا مقصد لے کر اٹھی ہیں اور وہ سب کی سب اس بات کا اعتراف کرنے میں فخر محسوس کرتی ہیں کہ احمدیہ جماعت کے مبلغ اور احمدیہ جماعت کا لٹریچر ان کے وجود میں آنے کا باعث ہے۔ مسلمانوں کی تعلیمی کوششوں پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ ابھی چند ہی سال ہوئے بعض علاقوں میں ان کی وسعت کے باوجود مسلمانوں کا ایک بھی سکول موجود نہ تھا۔ لیکن احمدیہ جماعت نے وہاں تعلیم کی روشنی پھیلائی اور اب خدا کے فضل سے وہاں مسلمانوں کے سینکڑوں سکول موجود ہیں۔ اور اکثر مسلمان اس سلسلہ میں بھی احمدیہ جماعت کی پیشوائی کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ نائیجیریا کے مسلمان تو خاص طور پر ان خدمات کے معترف ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان خدمات کے اعتراف ہی کا یہ ایک پہلو تھا کہ انہوں نے ایک عرصہ تک خاکسار کو "کونسل آف مسلم سکول پروپرائٹرز" کا وائس پریذیڈنٹ بنائے رکھا اور اس طرح "مسلم ٹیچرز ٹریننگ کالج" کے بورڈ آف گورنرز کی صدارت کا اعزاز مجھے دیئے رکھا۔

اگر مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہی کی بعثت کے بعد مسلمانوں نے ہوش سنبھالنا شروع کیا ہے۔ حتیٰ کہ اب دنیا بھر کے تمام اسلامی ممالک غیروں کے تسلط سے نکل کر آزاد ہو چکے ہیں مزید براں یہ کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت "پاکستان" کو بھی معرض وجود میں لا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ جب امام الزمان کی آمد سے انتشار روحانیت ہوتا ہے تو آفتاب کے سامنے سے دیوار منور ہو جاتی ہے اور اگر چونہ اور قلعی سے دیوار سفید کی گئی ہو تو پھر اور بھی زیادہ چمکتی ہے اور اگر اس میں آئینے نصب کئے گئے ہوں تو ان کی روشنی اس قدر بڑھتی ہے کہ آنکھ کو تاب نہیں رہتی۔

انسان کی ابتدائی کمزور حالت اور اس کا روحانی ارتقاء

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمن صاحب ایم اے)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً (الروم ۵۵)

ترجمہ :- یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ضعف کی حالت سے پیدا کیا ہے یعنی تم سب کی ابتدائی حالت انتہائی بے کسی کمزوری اور ضعف پر مبنی تھی۔ بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کو مختلف صورتوں میں جذب کرتے ہوئے تم ترقی کرتے اور قسما قسم کی قوتیں حاصل کرتے چلے گئے۔

جسمانی پیدائش میں ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ پیدا ہوتے وقت ہر لحاظ سے کمزور اور بے کس ہوتا ہے کیا اپنے قوائے جسمانیہ کے لحاظ سے اور کیا اپنے قوائے عقلیہ کے لحاظ سے نیک اور بد میں کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ مفید اور مضر اشیاء کا اسے قطعاً علم نہیں ہوتا لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت سے مہیا کردہ نعمتوں کو اپنے اندر جذب کرتے ہوئے بچہ بڑھتا اور ترقی کرتا ہے اور اپنی قوتوں کے کمال کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح سے بچہ ننگا پیدا ہوتا ہے اس کو اس بات کا قطعاً کوئی احساس نہیں ہوتا کہ ننگے جسم ہونا اخلاقی لحاظ سے مستحسن نہیں لیکن بعد میں جوں جوں بچے کا شعور ترقی کرتا ہے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور بہترین سے بہترین ملبوسات کے ذریعہ اپنے آپ کو مزین کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہی حال انسانی ارواح کا ہے اپنی ابتداء میں تمام ارواح انتہائی بے کسی اور کمزوری کی حالت میں ہوتی ہیں۔ بعد میں اللہ تعالیٰ کے روحانی افضال اور نعماء کو جذب کرتے کرتے کوئی روح عمر بن خطابؓ اور صدیق اکبرؓ کے مقامات عالیہ تک جا پہنچتی ہے اور کوئی روح اپنی قوتوں کو غلط راستے پر ڈال کر

ابوجہل کا لقب حاصل کر لیتی ہے۔ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی استعدادوں میں خواہ وہ جسمانی ہوں اور خواہ روحانی تفاوت رکھا ہے اور کسی روح اور جسم کی ترقی اس کی استعداد کے آخری نقطے سے نہیں بڑھ سکتی لیکن نیکی اور بدی کے راستوں پر گامزن ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان پر جبر نہیں کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا۔ (الدھر ۴)

ترجمہ:- یعنی ہم نے انسان کو راستہ دکھا دیا ہے وہ شکر کرے یا ناشکری کرے یہ اس کی مرضی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف)

یعنی یہ تعلیم تیرے رب کی طرف سے حق ہے تم میں سے جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے وہ کفر اختیار کرے (یعنی ہم نے کسی پر جبر نہیں کیا)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اپنے روحانی ارتقاء کی ابتدا میں تمام ارواح ایک ہی حالت میں ہوتی ہیں اور بعد میں خدا تعالیٰ کے فضل اور نصرت کو جذب کرتے ہوئے یا اس کے فضل اور نصرت کا انکار کرتے ہوئے وہ کچھ کی کچھ بن جاتی ہیں استغفار کے یہی معنے ہیں کہ ہر وقت انسان اللہ تعالیٰ سے استمداد فضل کرتا رہے تاکہ اس کی بشری کمزوریوں پر پردہ پڑا رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

" خدا تعالیٰ سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہر دم اور ہر لحظہ استغفار کو یاورد رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے اور استغفار کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش اور قصور جو بوجہ ضعف بشریت انسان سے صادر ہو سکتی ہے اس امکانی کمزوری کو دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد مانگی جائے "تا خدا کے فضل سے وہ کمزوری ظہور میں نہ آوے اور مستور و مخفی رہے پھر بعد اس کے استغفار کے معنی عام لوگوں کے لئے وسیع کئے گئے اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہوا کہ جو کچھ لغزش اور قصور صادر ہو چکا ہے خدا تعالیٰ اس کے بدنتائج اور زہریلی تاثیروں سے دنیا و آخرت میں محفوظ رکھے۔ پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی، خدائے عزّوجل کی ہے جو عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے"

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۳۸)

اسی مضمون کو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک حدیث میں بھی نہایت لطیف پیرائے

میں بیان کیا گیا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ:۔

عن ابن عباس قال خطب رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فقال یا ایها الناس انکم محشورون الی الله تعالی حفاةً عراةً غرلاً ثم قرأ کما بدانا اوّل خلق نعیده وعداً علینا انا کنا فعلین. ثم قال الا انّ اوّل الخلائق یکسی یوم القیمة ابراهیم الا وانه یجاء برجال من امتی فیوخذ بهم ذات الشمال فاقول یارب اصیحابی فیقال انك لا تدری ما احدثوا بعدك فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم فیقال ان هولاء لم یزالوا مرتدین علی اعقابهم منذ فارقتهم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے، آپؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی طرف (قیامت کے دن) اکٹھے کئے جاؤ گے۔ ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کئے ہوئے۔ پھر آپ نے یہ آیت قرآنی تلاوت فرمائی کہ جس طرح ہم نے مخلوق کو ابتداء میں پیدا کیا تھا۔ اسی طرح ہم اس کو پھر پیدا کریں گے۔ ہمارا یہ پکا وعدہ ہے کہ ہم یہ کام ضرور کر کے رہیں گے پھر آپ نے فرمایا۔ سنو! مخلوقات میں سے پہلا شخص جس کو قیامت کے دن کپڑا پہنایا جائیگا وہ حضرت ابراہیمؑ ہوں گے۔ سنو کہ میری اُمت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائیگا پھر ان کو بائیں طرف یعنی جہنم کی طرف لے جایا جائیگا تب میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ تو چند ایک میرے صحابہ ہیں تو کہا جائے گا کہ تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد انھوں نے کیا کیا تب میں وہی بات کہوں گا جو کہ اللہ کا ایک نیک بندہ کہے گا کہ میں ان پر نگران تھا جب تک میں زندہ رہا پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا تو کہا جائے گا کہ یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل اپنے دین سے پھر رہے ہے اس وقت سے جب کہ تو ان سے جدا ہوا

اب اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تمام بنی نوع انسان قیامت کے روز ننگے پاؤں، ننگے جسم اور غیر مختون حالت میں اٹھائے جائیں گے دوسری روایتوں میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس امر پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ عجیب بات نہ ہوگی کہ ہم ایک دوسرے کو ننگا دیکھیں گے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کے عذاب کی دہشت اس وقت اتنی سخت ہوگی کہ ان باتوں کی کسی کو ہوش نہ ہوگی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ برہنگی اور ننگے ہونے

کا احساس جنسی اور شہوانی قوتوں اور جذبات سے تعلق رکھتا ہے اگر کسی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان احساسات کو مٹا دے تو پھر برہنگی کی طرف اس رنگ میں توجہ نہیں جا سکتی جس طرح کہ انسان دنیا میں کرتے ہیں۔ چنانچہ بچوں میں یہ احساس اور شعور نہیں ہوتا اس لئے وہ ایک دوسرے کے ساتھ ننگے کھیلتے رہتے ہیں۔ اور کچھ بھی محسوس نہیں کرتے لیکن پھر بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ تمام بنی نوع انسان کو جن میں انبیاءؑ اولیاءؒ اتقیاء اور صلحاء بھی شامل ہوں گے کیوں دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک ہی حالت میں یعنی ننگے پاؤں، ننگے جسم اور غیر مختون اٹھائے گا۔ سو اس سلسلے میں یاد رکھنا چاہیئے کہ قیامت کے نظارے در اصل اسی دنیا کے حالات کی تمثیل کے طور پر ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مضمون کو "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں تفصیل سے بیان کیا ہے مثلاً دنیا کی عمر کے ستر سال ستر گز لمبی زنجیر کی صورت میں متمثل نظر آئیں گے۔ اسی طرح سے وہ روحانی لذتیں جو عبادات کی بجا آوری کے وقت میں انسان روحانی طور پر محسوس کرتا ہے۔ وہ اگلے جہان میں جسمانی طور پر بھی متمثل ہو جائیں گی اور اُسی قسم کی لذت کا احساس پیدا کریں گی۔ جس قسم کی روحانی لذت کو انسان نے دنیا میں چکھا تھا۔ اسی وجہ سے مومن ان نعمتوں کے حصول پر کہہ اٹھیں گے کہ هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ کہ یہی وہ نعمتیں ہیں جو ہم کو دنیا میں دی گئی تھیں۔ انسان کے جسم کی پیدائش اور اس کے ارتقاء کو روح کی پیدائش اور اس کے ارتقاء سے ایک شدید مشابہت ہے۔ جس طرح ماں کے پیٹ کے اندر انسانی نطفہ چھ درجوں میں سے گزرتا ہوا اپنی پیدائش کی تکمیل کو پہنچتا ہے اسی طرح سے انسان کی روحانی ترقی بھی چھ درجوں میں مکمل ہوتی ہے اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "براہین احمدیہ حصہ پنجم" میں پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حدیث مندرجہ بالا میں انسان کی اس دنیا میں روحانی ترقی کا ہی ایک فلمی نظارہ بیان کیا گیا ہے جو کہ قیامت کے دن دکھایا جائے گا۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح تمام انسان خواہ بعد میں انھوں نے نبی بننا ہو اور خواہ کافر بننا ہو پیدا ہوتے وقت ایک ہی حالت میں ہوتے ہیں جو کہ ایک بے کسی اور کمزوری کی حالت ہے یعنی ننگے پاؤں اور ننگے جسم اور غیر مختون۔ پھر بعد میں اللہ تعالیٰ کا فضل ان کو ڈھانپ لیتا ہے اور ان کی یہ حالتیں جاتی رہتی ہیں۔ پس انسانی ارواح اپنی روحانی ترقی کی ابتدا میں ایک ہی مقام سے اپنی دوڑ شروع کرتی ہیں۔ یہ مقام جسمانی پیدائش کی طرح انتہائی روحانی و اخلاقی ضعف، کمزوری، ننگ اور برہنگی پر مبنی ہوتا ہے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ کا فضل یا اس کا انکار انسان کو مختلف حالتوں میں لے جاتا ہے۔ اتقیاء اور صلحاء کو تقویٰ

کے قیمتی لباس سے مزین کیا جاتا ہے اور اس کے برعکس اشرار اپنی پہلی برہنگی سے بھی زیادہ برہنہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کسی قسم کی قربانی اور کسی قسم کا صدق وصفا پیش کرتا ہے۔ اس کے مطابق علی قدر مراتب اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی ملبوسات سے مزین کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں اس معاملے میں کسی کے ساتھ بھی ناجائز رعایت نہیں کی جو شخص بھی یہ روحانی ملبوسات اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے وہ اس کے فضل کو اپنے اعمال کے ذریعہ سے جذب کرتے ہوئے ہی ایسا کرتا ہے۔ اس روحانی دوڑ میں تمام انسانوں کا سٹارٹ (START) ایک ہی مقام سے ہے۔ تمام روحیں اپنی روحانی ترقی کی ابتداء میں ننگی ہوتی ہیں بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں تقویٰ کے لباس سے مزین کیا جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیْرٌ (الاعراف، ۲) یعنی اے بنی نوع انسان ہم نے تمہارے لئے جسمانی اور روحانی لباس اتارا ہے جو تمہاری جسمانی اور روحانی برہنگی کو چھپاتا ہے اور تمہارے لئے خوبصورتی کا باعث ہے اور تقویٰ کا لباس تو سب سے بہتر لباس ہے۔

اسی طرح تمام ارواح اپنی ابتداء میں ننگے پاؤں ہوتی ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا فضل انہیں بچاؤ کا سامان میسر نہ کرے تو دنیا کے اس سفر میں، مصائب، حوادث اور مخالفتوں کے کانٹے ان کے پاؤں کو چھلنی کرتے ہوئے انہیں اس سفر کے ناقابل بنا دیتے ہیں۔ ہر قسم کے کانٹوں سے محفوظ رہتے ہوئے اس سفر کو جاری رکھنا خدا تعالیٰ کے فضل پر ہی منحصر ہے۔ ہاں اپنی ابتدائی حالت میں روح ننگے پاؤں ہی تھی۔ ان معنوں میں ہی مختون حالت کا بیان ہے جس طرح جسمانی پیدائش میں انسان غیر مختون ہوتا ہے اور بعد میں اس کی کھلڑی کا ایک زائد حصہ کاٹ کر علیحدہ کر دیا ہے اسی طرح ارواح بھی اپنے روحانی ارتقاء کی ابتداء میں دنیا کے اچھے یا برے ماحول کے اثرات کی بناء پر غیر مختون ہوتی ہیں یعنی بے شمار زوائد کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی ہوتی ہیں یہ زوائد کچھ تو افکار وعقاید سے تعلق رکھتے ہیں کچھ جذبات واحساسات سے اور کچھ کردار ورسومات سے لیکن روح کو اپنی روحانی ترقی کے لیے جسم کی طرح ہی اپنا ختنہ کرنا پڑتا ہے یعنی تمام زوائد کو کاٹ کر علیحدہ کرنا ہوتا ہے اور اپنی تمام تر توجہ کو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر خالص کرنا ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ (البینۃ) کہ مومن اپنے دین، اپنی توجہ، اپنی محبت، اطاعت اور ہر قسم کے جذبات کو محض اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دیتے ہیں اور ان

کی روح صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہی طرف جھکی ہوتی ہے۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (البینۃ ۳)

یعنی اللہ تعالیٰ کا رسول ان کے سامنے ایسی تعلیمیں پیش کرتا ہے جو بالکل صاف پاک اور ہر قسم کے زوائد سے مبرا ہوتی ہیں۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف ۱۵۸)

یعنی ہمارا یہ رسول انسانی ارواح سے وہ بوجھ دور کرتا ہے جن کے نیچے وہ (لاشعوری طور پر) پسی چلی جا رہی ہیں۔ اور ان کی گردنوں کو روحانی جسمانی رسمی و معاشرتی طوقوں سے آزاد کرتا ہے پس روح کا منشا یہ ہے کہ وہ لا الٰہ کا نعرہ بلند کرے تاکہ ہلکی پھلکی ہو کر الا اللہ کے ارفع اور بلند ترین مقام تک رسائی حاصل کر سکے۔

تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حدیث مندرجہ بالا میں یہ بتایا ہے کہ ہر انسان کی روحانی ترقی اس کے اپنے کردار، قربانی، صدق وصفا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں وفاداری پر علی قدر مراتب منحصر ہے تمام ارواح کا ابتدائی سٹارٹ (START) ایک ہی جگہ سے ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام اوّلین و آخرین پر سبقت لے گئے۔ وہ اس صدق و وفا کی وجہ سے ہی تھا جس سے آپ کا دل معمور تھا یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کوئی ناجائز رعایت کی پس آپ بھی اپنی جسمانی پیدائش کی طرح اپنی روحانی پیدائش کی ابتداء میں بھی بے کسی اور کمزوری کے مقام پر ہی تھے۔ آپ سب سے بڑھ کر معصوم ہونے کی وجہ یہی ہے کہ آپ سب سے بڑھ کر مستغفر تھے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر آپ نے استغفار کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے استمداد فضل کرتے ہوئے اپنی بشری کمزوریوں کو اتقاء اور محبت الٰہیہ کے خوشنما کپڑوں سے ڈھانپ لیا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ محبت کا تقاضا ہے کہ محب صادق کو یہ فکر لگی رہتی ہے کہ اس کا محبوب اس پر ناراض نہ ہو جائے" (چشمہ مسیحی صفحہ ۳۸)

اسی سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی الہام ہوا۔ يُرِيدُونَ أَنْ يَّرَوْا طَمْثَكَ یعنی مخالفین تیرے اندر خون حیض دیکھنا چاہتے ہیں۔ یعنی بشر کی ابتدائی ناقص حالت تیرے اندر

مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ تو اپنی ابتدائی حالت سے ترقی کر کے خدا تعالیٰ کے قرب و جوار میں ایک نیا وجود حاصل کر چکا ہے۔

اس الہام سے بھی یہ ظاہر ہے کہ جس طرح خونِ حیض رحمِ مادر میں بچے کی خوراک کا پہلا زینہ ہے اسی طرح روح کی ابتدائی ناقص حالت۔ ترقیات روحانیہ کے لئے پہلا زینہ ہوا کرتی ہے اور اسی حالت سے ترقی کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں جذب کرتے ہوئے انسان کچھ سے کچھ بن جاتا ہے۔ یعنی ذاتی نیکی کسی بھی فرد بشر کو حاصل نہیں ہے جو کچھ ملتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے ہی ملتا ہے۔ اسی رنگ میں جب حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو "نیک" کے لقب سے مخاطب کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نیک وہ ایک ہی ہے جو آسمان میں ہے۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہے کہ ذاتی کمال اور فضیلت صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔ وہی زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے ہر شے اس کے تعلق کی وجہ سے ہی منور ہوتی ہے اگر اس الٰہی نور کی نفی کر دی جائے تو ہر چیز محض ایک لاشئ اور بے حقیقت ہے جیسا کہ فرمایا اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض۔

مندرجہ بالا احادیث میں جو یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ خدا کے مقربین کے جسموں کی طرح ان کی روحیں اور ان کے افکار و جذبات سب کے سب مختون یعنی زوائد سے پاک ہوتے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی اہم حقیقت ہے جس کی طرف مومنوں کو توجہ چاہیئے۔ اسی حقیقت کو قرآن کریم میں اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ ھم عن اللغو معرضون (المومنون) یعنی مومن لغویات یعنی تمام ایسے امور سے جو ان کی جسمانی۔ اخلاقی، دینی اور روحانی ترقی میں ممد نہیں ہوتے اعراض کرتے ہیں۔ مومنوں کی زندگی تکلفات سے پاک اور سادہ ہوتی ہے۔ وہ رسم و رواج کی پرواہ نہیں کرتے۔ ہر امر میں خدا تعالیٰ کی رضا ان کا مطلوب و مقصود ہوتی ہے مثلاً نام و نمود کی خاطر فضول خرچیاں کرنے سے وہ اعراض کرتے ہیں اور وہی روپیہ خدا تعالیٰ کے دین اور اس کے غریب بندوں پر خرچ کرتے ہیں۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ ہمارے معاشرے میں پھر کچھ نہ کچھ تکلفات اور زوائد راہ پا رہے ہیں۔ جن کا قرآن اور حدیث سے کچھ پتہ نہیں لگتا۔ محض رسم و رواج کی خاطر اپنی خیالی عزت کی خاطر بیاہ شادیوں میں بہت سارے تکلفات سے کام لیا جاتا ہے۔ غریب سے غریب آدمی بھی قرض کا بار اٹھاتا ہے تاکہ وہ شادی پر کچھ نہ کچھ تکلف کر سکے۔ عام طور پر سمجھا یہ جاتا ہے کہ وہ برات ہی کیا جس کے ساتھ کم از کم بیس تیس باراتی نہ ہوں اور وہ شادی ہی کیا جس میں دعوت ولیمہ میں پُر تکلف کھانے نہ کھلائے جائیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ یہ تمام باتیں مطلقاً ناجائز ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو تو یہ باتیں تحدیث بالنعمت کے طور پر ہر امر

روا اور جائز ہیں میرا مطلب صرف یہ ہے کہ عدم استطاعت کے باوجود قرضے لے کر تکلف کے طور پر ایسا کرنا محض ایک زائد چیز ہے جو اسلامی تعلیم کی روح کے خلاف ہے۔ اس زمانے کی سب سے اہم شادی جس کا اللہ تعالیٰ نے آسمان سے انتظام کیا اور جو اس نے خود اپنے حکم سے کروائی اس میں دولہا وہ عظیم الشان انسان تھا جو اس زمانے کے لئے بلکہ آئندہ قیامت تک کے لئے نائب رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسیح زمان مہدیٔ دوران اور جری اللہ فی حلل الانبیاء تھا اور دلہن وہ تھی جس کو آسمان پر "میری خدیجہ" کے لقب سے ملقب کیا گیا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ :-

اشکر نعمتی رایت خدیجتی یعنی میری نعمت کا شکر کر تو نے میری خدیجہ کو دیکھا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس شادی میں برات جو دہلی گئی صرف تین افراد پر مشتمل تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک خادم شیخ حامد علی اور لالہ ملاوامل۔ کتنی سادہ اور مختصر برات تھی لیکن کیا اس کا نمونہ آج کل کسی جگہ نظر آتا ہے؟ اس مثال سے یہی مقصود ہے کہ اپنی خوشی کی تقریبوں میں بھی ایک سچے مومن کو جہاں تک ہو سکے سادگی اور تکلفات سے پرہیز اختیار کرنا چاہیئے یہی تحریک جدید کا مقصد تھا جس کا اظہار بار بار حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبات میں کیا ہے۔ ایک کھانا کھانے کا مطالبہ اسی اسلامی تعلیم کے ضمن میں تھا۔ گویا یہ ایک طرح سے زبان کے چسکے کا فتنہ تھا جس کا ہم سے مطالبہ کیا گیا تھا۔

ہماری جماعت کے افراد کا فرض ہے کہ اسلامی تعلیم کی اس روح پر عملاً گامزن ہوں اور اپنی زندگیوں سے ہر قسم کے تکلفات اور زوائد کی نفی کریں۔ ہاں تحدیث بالنعمت کے طور پر بغیر کسی قسم کے تکلف یا قرضہ اٹھانے کے اپنے دوستوں اور غرباء پر خرچ کرنا اسلامی تعلیم کی روح کے منافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے معاشرے کے جسم میں اسلامی تعلیم کی روح داخل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

حدیث مندرجہ بالا میں آگے چل کر یہ ذکر آتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو کپڑا پہنایا جائے گا، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اپنے درجہ اور مقام میں خلیل اللہ سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ کیوں ترجیح دی جائے گی قسطلانی نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اللہ کو اس وجہ سے سب سے پہلے کپڑا پہنایا جائے گا کہ ان کو سب سے پہلے آگ میں ڈالتے وقت اللہ تعالیٰ کی خاطر ننگا کیا گیا تھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ لباس پہنانے کے معاملے میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی منتخب کرے گا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ چونکہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ ہیں جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ مِلّۃَ اَبِیکُم اِبراھیم یعنی اسلام تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب ہے تو چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ تمام امت مسلمہ کی نسبت سے مقام ابوت حاصل ہے اور باپ سے ترجیحی سلوک کرنا دراصل بیٹے کی ہی عزت افزائی ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ ترجیحی سلوک دراصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس نسبت ہی کی وجہ سے کیا جائے گا اور یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی عزت افزائی ہے۔

اس کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ ہر نبی عالم رؤیا میں اپنی قوم اور معاشرے کا نمائندہ دکھایا جا سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لباس کا ایک مقصد انسان کو عزت اور زینت بخشنا بھی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے انسانی معاشرے کے ارتقاء کی کڑیوں میں سے سب سے پہلے ابراہیمی معاشرہ کو چنا۔ جس کو ایک خاص عزت بخشی گئی اور اس کو عزت اور زینت کا لباس پہنایا گیا۔ اس سے پہلے انسان کی قربانی جائز تھی۔ اسی لئے جب رؤیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں تو آپ نے اس حکم کو ظاہری شریعت کے خلاف نہیں سمجھا اور نہ ہی اس کی تعبیر کرنے کی طرف متوجہ ہوئے بلکہ اس کو ظاہری طور پر پورا کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آج کل اگر کسی کو یہی خواب آئے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح سچ مچ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جائے تو یہ اس کی نادانی ہو گی کیونکہ یہ امر خلاف شریعت ہے۔ اس لئے رؤیا کے اس حکم کی تاویل کی جائے گی حضرت ابراہیمؑ نے ایسا نہیں کیا بلکہ الٰہی حکم کو ظاہر پورا کرنا چاہا۔ کیونکہ اس وقت تک الٰہی شریعت میں انسان کی ظاہری قربانی دینا جائز تھا۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے انسانی جان کو اللہ تعالےٰ نے پہلی بار ایک مخصوص عزت کا لباس پہنایا۔ اور انسانی جان کی قربانی ہمیشہ کے لئے منع ہو گئی چونکہ نبی اپنی قوم کا نمائندہ ہوتا ہے اس لئے عالم رؤیا میں یہ نظارہ اس طرح دکھایا گیا سب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا گیا۔ مراد اس سے ابراہیمی معاشرہ تھا جو آپ کے ذریعہ سے معرض وجود میں آیا۔ اس زمانے میں توحید کی باریک تفاصیل بھی ظاہر کر دی گئی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے پہلی بار بنی نوع انسان سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اَسْلِمْ کہ تو اپنے تمام وجود خواہشات و جذبات، جسم عقل و روح سے علیحدہ ہو جا اور اپنی ہر چیز کو میرے سپرد کر دے۔ یہ ایک بہت بڑا اور اہم مثبت حکم تھا جس پر بنی نوع انسان نے لبیک کہا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں انسان کو صرف ایک منفی حکم دیا گیا تھا لَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ یعنی اس مخصوص درخت کے قریب نہیں جانا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت

میں اللہ تعالےٰ نے انسان سے اس کی اپنی ہر چیز کو خدا تعالےٰ کے راستے میں فدا کرنے کا مطالبہ کیا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس حکم پر لبیک کہتے ہوئے اسلمت لرب العالمین کا نعرہ بلند کیا تو اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام لوگوں کے لئے پیش رو اور امام قرار دے دیا اور فرمایا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا یعنی تو لوگوں کے لئے اس امر میں امام اور پیش رو ہوگا اور تمام لوگ اس معاملے میں تیری اقتداء کر لیں گے اس لئے اسلام کو ملۃ ابیکم ابراھیم قرار دیا گیا اور بار بار رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں حکم دیا گیا کہ فاتبع ملۃ ابراھیم حنیفا یعنی اے رسول! تو ابراہیمی مذہب کی پیروی کر جو کہ کامل طور پر اللہ کی طرف جھکنے والا تھا۔ جہاں تک انبیاء کا تعلق ہے وہ سب ہی اللہ تعالےٰ کے مقرب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کے حضور لباس تقوٰی سے علی حسب مراتب مزین ہوتے ہیں۔ ہاں انبیاءؑ کے ذریعہ سے جو معاشرے پیدا ہوئے ہیں ان میں سے ابراہیمی معاشرہ ہی وہ پہلا معاشرہ تھا جسے اللہ تعالےٰ نے ایک مخصوص عزت کا لباس پہنایا اور اس حقیقت کو عالم رؤیا میں اس طرح دکھایا گیا ہے کہ تمام بنی نوع انسان میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے کپڑا پہنایا جائے گا کیونکہ عالم آخرت کے نظارے دراصل اسی دنیا کی فلمی تصاویر ہیں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامت جو کچھ ہوا اور ہونے والا ہے اس کا نظارہ قیامت کے دن دکھایا جائے گا اس کا ذکر ایک نئے لطیف پیرائے میں حدیث شفاعت میں بھی ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

آگے چل کر حدیث مندرجہ بالا میں یہ بتایا گیا ہے کہ انبیاء کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ بنی نوع انسان کے ننگے پاؤں اور ننگے جسم پر اپنی مغفرت کی چادر ڈال کر ان کا روحانی سفر ان کے لئے آسان کر دیتا ہے اور انہیں روحانی طور پر زینت بخشتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ یعنی جب کبھی دنیا میں کوئی آدم مبعوث ہوا اور ملائکہ اور ملائکہ صفت انسانوں کو اس کے آگے معنوی سجدہ کرنے یعنی اس کی اطاعت اور اس کے مشن کی تکمیل میں لگ جانے کا حکم ہو تو اے بنی نوع انسان تم اس حکم کی تعمیل کر کے اللہ تعالےٰ سے اپنی روحانی زینت کا سامان حاصل کر لیا کرو۔

ہم یہ بھی دیکھتے کہ ظاہری ختنہ کو عہد ابراہیمی کا نشان قرار دیا گیا ہے کیونکہ انسانی روح بحیثیت روح انسانی اس وقت ہی مختون ہوئی اور اس کو تمام زوائد کی نفی کا حکم دیا گیا اور توحید کی باریکیاں سمجھائی گئی ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ نئی دقت کے ذریعہ سے بعض انسان روحانی لباس زینت حاصل کر لیتے ہیں۔

روحانی طور پر مختون بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد ان میں سے بعض بدقسمت جنہوں نے تزکیۂ نفس کو اپنا حقیقی مقصد نہیں بنایا تھا اور ان کی روحوں پر کچھ نہ کچھ زوائد کے بوجھ پڑے ہوئے تھے یعنی وہ روحانی طور پر کچھ غیر مختون ہی رہے تھے اور کامل طور پر توحید کی طرف نہیں جھکے تھے نبی کے بعد ارتداد کی راہ اختیار کر لیتے ہیں اور ان روحانی بوجھوں کی وجہ سے جو ان کی روح پر قائم ہوتے ہیں قرآنی الفاظ میں اخلد الی الارض کے مصداق بنتے ہوئے زمین کی طرف جھک جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیثِ مندرجہ بالا کے نظارے میں اس قسم کے کچھ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے گئے اور جب آپ نے اس امر پر حیرانی کا اظہار کیا کہ انہیں جہنم کی طرف کیوں لے جایا جا رہا ہے۔ تو آپ کو بتایا گیا کہ اپنی مخفی کمزوریوں اور شامتوں کی وجہ سے ان لوگوں نے تیرے بعد ان روحانی کپڑوں کو پھاڑ دیا جو کہ تیرے ذریعہ سے ان کو پہنائے گئے تھے اور ارتداد کی راہ اختیار کر لی اس لئے ان کا یہ انجام ہوا جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے :-

" اے خدا میں بھی خدا کے نیک بندے عیسٰی بن مریم کی طرح یہی کہتا ہوں کہ میں ان کا نگران رہا۔ جب تک میں ان میں رہا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی پھر تو ہی ان کا نگران تھا۔"

ان الفاظ سے ضمناً لفظ " توفیتنی " کے معنے بھی واضح ہو جاتے ہیں جو کہ غیر احمدیوں پر لازمی حجت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو لباس تقوٰی کی نعمت سے نوازے اور ہم سب کو توفیق دے کہ ہم سب آخر دم تک اس لباس سے مزین رہیں جو کہ اللہ تعالےٰ کے نبی نے ہم کو پہنایا اور ہماری روحیں آخر دم تک اُسی طرح سے مختون رہیں جس طرح کہ اللہ تعالےٰ کے نبی نے انہیں کر دیا اور ہم کبھی ننگے پاؤں اور ننگے جسم اور غیر مختون ہونے کی حالت یعنی طرف ارتداد اختیار نہ کریں۔ خدا کرے کہ قیامت کے روز ہمیں رسول اللہ کی معیت اور شفاعت حاصل ہو اور ہم حدیث میں مذکور مندرجہ بالا " اصیحابی " کے گروہ میں کبھی بھی شامل نہ ہوں آمین ثم آمین۔

برحمتك يا ارحم الرحمين۔

واخر كلمنا حمد وشكر
لرب محسن ذی الامتنان

سادہ زندگی

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب نائب قائد اصلاح و ارشاد مجلس مرکزیہ)

آج سے اکتیس ۳۱ سال پہلے ۱۹۳۴ء میں امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وحی خفی کے تحت غلبۂ اسلام سے متعلق جماعت احمدیہ کی مساعی میں مزید پختگی اور استقلال پیدا کرنے کے لئے ایک تحریک فرمائی جو "تحریک جدید" کے نام سے معروف ہے۔ یہ عظیم الشان تحریک چند مطالبات کے ساتھ شروع کی گئی تھی۔ جن میں اہم ترین مطالبہ سادہ زندگی سے متعلق تھا۔ تحریک جدید کے اکتیس سالہ دور میں یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ اشاعت اسلام کی اس عالمگیر مہم میں سادہ زندگی کا مطالبہ واقعی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے گویا جن امور کی اہمیت کا احساس آج ہر کہ دمہ کے دل میں پیدا ہو رہا ہے۔ ان کو ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے آج سے اکتیس سال پہلے بھانپ لیا اور انہیں مطالبات میں شامل فرمایا۔ پس احمدی مسلمانوں پر دو طرف سے یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ زندگی کو سادہ بنائیں۔ اور فضول اخراجات و رسومات سے اجتناب کریں۔ ایک جماعت کی طرف سے اور دوسرے اپنے ملک کی طرف سے۔

سادہ زندگی کی تعریف

پیشتر اس کے کہ ہم اس کی تفصیل میں جائیں مناسب ہوگا کہ اس مطالبہ کی تعریف اور ضرورت کے بارے میں اپنے پیارے امام کے مبارک الفاظ ذہنوں میں مستحضر کر لیں تاکہ ہم اپنی مساعی کو ان کے ہم آہنگ کر سکیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:۔

"آج اسلام کے لئے قربانیوں کا زمانہ ہے اور ایسا زمانہ ہے کہ ہمیں چاہیئے کہ اسلام کی خاطر قربانی کرنے کی غرض سے جائز خواہشات کو بھی جہاں تک چھوڑ سکیں چھوڑ دیں۔ جب تک ایسا نہ کیا جائے اسلام کو ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس جن لوگوں کے قلوب میں محبت ہے، اسلام کی خدمت کا احساس ہے وہ اپنی زندگیاں سادہ بنائیں، ایسی سادہ کہ زیادہ سے زیادہ خدمت اسلام بجالانے

کا موقع مل سکے اور ہم دنیا میں حقیقی مساوات قائم کر سکیں جس کے بغیر دنیا میں کوئی امن قائم نہیں ہو سکتا۔"

(خطبہ جمعہ ۸ دسمبر ۱۹۶۴ء)

گو بالکفایت شعاری کو ہمہ گیر انداز میں اختیار کرنا سادہ زندگی کا بنیادی تقاضا ہے لیکن حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے سادہ زندگی کی تعریف میں اسی قدر کہنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے شرعی پہلو کو واضح کرتے ہوئے اس کی تفصیلات بھی معین فرمادی ہیں جو انشاء اللہ کسی آئندہ فرصت میں بیان کی جائیں گی سردست ذیل میں سادہ زندگی کی تعریف کے بارے میں حضور ایدہ اللہ کا ایک بصیرت افروز تبصرہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ فرمایا:-

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام نے بطور شریعت سادہ زندگی کی کوئی تعریف نہیں کی۔ اسلام نے بطور اصول یہ تو بتایا ہے کہ سادہ زندگی اختیار کرو مگر یہ تعریف نہیں کی کہ سادہ زندگی کس کو کہتے ہیں۔ پس یہ بحث تو کی جاسکتی ہے اور ہر وقت کی جاسکتی ہے کہ سادہ زندگی کی تعریف کیا ہے اور آیا فلاں احکام جو سادہ زندگی اختیار کرنے کے ضمن میں دیئے گئے ہیں وہ سادہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے یا بعض افراد یا بعض قومیں آپس میں مل کر فیصلہ کرلیں کہ فلاں بات بھی سادہ زندگی کے اصول میں شامل کرلینی چاہیئے لیکن اصولی طور پر اس بات پر بحث نہیں ہو سکتی کہ آیا سادہ زندگی اختیار کرنی چاہیئے یا نہیں۔ کیونکہ یہ خالص اسلام کا حکم ہے اور قرآن کریم کی بیسیوں آیات اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بیسیوں احکام اس معاملہ میں موجود ہیں جو ہمارے لئے خضر راہ اور ہدایت نامہ ہیں اور پھر ہماری عقل بھی اس طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اگر ہم نے دنیا میں اسلامی تہذیب کو قائم کرنا ہے جو اس دنیا میں بھی اسی طرح بنی نوع انسان کے لئے بہشت کھینچ کر لاتی ہے جس طرح اگلے جہان میں بہشت ہے تو لازماً اس معاملہ میں آہستہ آہستہ ہمیں بعض اور قیود بھی بڑھانی پڑیں گی یہاں تک کہ اسلام کے منشاء کے مطابق سادہ زندگی کی روح دنیا میں قائم ہو جائے۔" (خطبہ جمعہ ۴ مئی ۱۹۳۶ء)

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالےٰ کے ان ارشادات کے بعد اس بارہ میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ سادہ زندگی کو اختیار کرنا چاہیئے یا نہیں کیونکہ اس کی ضرورت اس درجہ لابدی ہو چکی ہے کہ اس کے اختیار کئے بغیر نہ تو اسلام کی خدمت کا حق ادا ہو سکتا ہے اور نہ ہی ملک کی مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے اس سوال پر غور کرنا باقی ہے کہ مطالبہ سادہ زندگی کی تفاصیل کیا ہیں؟ وہ انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں عرض کی جائیں گی۔

آدابِ مجلس

(مکرم میر اللہ بخش صاحب تسنیم تلونڈی راہوالی ضلع گوجرانوالہ)

قرآن کریم نے جہاں تہذیب و تمدن سے تعلق رکھنے والے دیگر امور کے متعلق راہنمائی کی ہے وہاں آدابِ مجلس کے متعلق بھی اصولی ہدایات دی ہیں۔ مجلس اچھی بھی ہو سکتی ہے۔ اور بُری بھی لیکن قرآن کریم میں آتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

(المجادلہ ۱۰)

یعنی اے مومنو جب تم کسی باہمی مشورے کے لئے کوئی مجلس برپا کرو تو اس کی بنیاد اثم و عدوان اور معصیت الرسول پر نہیں ہونی چاہیئے بلکہ تمہاری مجلس ایسی ہونی چاہیئے جو برّ و تقویٰ پر مبنی ہو اور اس پر رسول کریمؐ کی فرمودہ ہدایات پر کاربند ہونا چاہیئے اور حضورؐ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا چاہیئے اور جو شخص بھی اس قسم کی مجلس میں شریک ہو وہ خدا اور اس کے رسولؐ کی ہدایات کو ہمیشہ مدّنظر رکھے۔ اور ان کی طرف سے جو آدابِ مجلس مقرر کئے گئے ہیں ان سے روگردانی نہ کرے۔ مثال کے طور پر فرمایا:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

یعنی اے ایمان والو جب تمہیں کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو۔ تو کھل کر بیٹھو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ تمہیں فراخی عطا کرے گا اور جب تمہیں کہا جائے کہ مجلس سے اٹھ جاؤ۔ تو اٹھ جایا کرو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم میں سے جو ایمان لائے ہیں اور اہل علم ہیں اللہ تعالےٰ ان کے درجات بلند کرے گا۔ یاد رکھو یہ تعلیم اس خدا کی طرف سے ہے جو تمہارے اعمال سے باخبر ہے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (مجادلہ ۱۲)
(وہی جانتا ہے کہ کونسا عمل تمہارے لئے مفید ہے اور کونسا نقصان دہ)

اس آیت میں یہ تعلیم دی ہے کہ جس مجلس میں تم شریک ہو۔ اس کے میر مجلس کے احکام کی تعمیل کرو۔ اگر وہ کہے کہ کھل کر بیٹھو تو تم ایک دوسرے کے اوپر گرنے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ کھل کر بیٹھو۔ اور اگر وہ کسی مصلحت کے ماتحت تمام اہل مجلس کو یا بعض کو یہ کہے کہ وہ مجلس سے اٹھ جائیں تو انہیں برا نہیں منانا چاہیئے بلکہ میر مجلس کے احکام کی تعمیل کرنی چاہیئے غرض میر مجلس جو بھی حکم دے اسے ماننا چاہیئے

آداب مجلس کے متعلق تیسری اصولی ہدایت قرآن کریم نے یہ دی ہے کہ:۔

اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور ۶۳)

یعنی (مومن وہی ہیں) کہ جب کسی کام کے لئے رسول یا سردار قوم کے پاس جمع ہوتے ہیں تو مجلس کو چھوڑ کر اس وقت تک نہیں جاتے جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں وہ لوگ جو رسول یا سردار قوم سے اجازت لے لیتے ہیں وہ وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پس جب وہ کسی کام کے لئے تجھ سے اجازت مانگیں تو تو ان میں سے جسے چاہے اجازت دے اور ان کے لئے اللہ سے استغفار کر اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

مطلب یہ کہ جب آدمی کسی مجلس میں شریک ہو اور اسے کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ اُسے مجلس سے باہر جانا پڑے تو اسے چاہیئے کہ میر مجلس سے اجازت طلب کرے میر مجلس دیکھے گا کہ آیا اس شخص کا مجلس میں رہنا ضروری ہے یا نہیں اگر اس کی موجودگی مجلس میں چنداں ضروری نہیں تو میر مجلس اسے مجلس سے جانے کی اجازت دے دے۔ لیکن اگر قومی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی موجودگی مجلس میں ضروری ہے تو میر مجلس کو یہ اختیار ہے کہ وہ اسے مجلس سے جانے کی اجازت نہ دے

آداب مجلس کے متعلق چوتھی ہدایت قرآن کریم نے یہ دی ہے کہ:۔

لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (حجرات ۲)

یعنی اللہ اور رسول کے سامنے مقدم ہونے کی کوشش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔

مطلب یہ کہ میر مجلس سے مقدم ہونے کی کوشش نہ کرو۔ وہ بولنے کی اجازت دے تو بولو۔ ورنہ خاموش رہو۔ متقی لوگوں کا یہی دستور ہے

آداب مجالس کے متعلق پانچویں ہدایت قرآن کریم نے یہ دی ہے کہ :

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ (الحجرات ۳)

یعنی اپنی آوازوں کو نبی (یا میر مجلس) کی آواز سے زیادہ بلند نہ کرو کیونکہ یہ چیز میر مجلس کے ادب کے منافی ہے؛ اور بات کرنے میں آواز کو زیادہ اونچا نہ کرو۔

آداب مجلس کے متعلق یہ وہ اصولی ہدایات ہیں جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں۔ لیکن احادیث میں اور بھی بہت سی ہدایات مذکور ہیں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اصولوں کے ماتحت بطور تشریح و تفصیل ارشاد فرمائی ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں :-

۱۔ مجلس میں گفتگو کا آغاز بڑوں کو کرنا چاہئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ عبد اللہ بن سہیل اور محیصہ ابن مسعود خیبر میں آئے ہوئے تھے۔ ایک روز نخلستان میں گئے اور وہاں دونوں بچھڑ گئے۔ عبد اللہ بن سہیل کو کسی نے قتل کر دیا۔ عبد الرحمٰن بن سہیل اور حویصہ اور محیصہ پسران مسعود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھی کے معاملہ میں گفتگو کرنے لگے۔ عبد الرحمٰن نے بات چیت شروع کی۔ مگر یہ اُن لوگوں میں سے کم سن تھے۔ حضورؐ نے فرمایا میاں بڑوں کو بولنے دو۔ یحیٰ راوی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑوں کو بات کی ابتدا کرنی چاہیئے۔

(ادب المفرد مترجم حدیث ۱۶۶)

۲۔ اگر مجلس میں دو آدمی پہلے سے بیٹھے ہوں تو ان کے درمیان گھس کر نہ بیٹھو۔
حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان (جو پہلے سے بیٹھے ہوں) گھس کر ان کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔

(ادب المفرد)

۳۔ باہم سرگوشی کرنے والوں کے درمیان نہ گھسو
حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جس نے کسی کی بات چیت سننے کے لئے ادھر کان لگائے اور ان لوگوں کو یہ ناگوار ہے تو اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

(ادب المفرد)

۴۔ اگر مجلس میں تین آدمی ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو سرگوشی نہ کریں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تین آدمی ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آپس میں کانا پھوسی نہ کریں۔ (ادب المفرد)

۵۔ مجلس سے اگر کوئی اٹھ کر جائے اور پھر واپس آئے تو پہلی جگہ کا مستحق وہی ہے

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے اٹھ کر چلا جائے اور پھر واپس آئے تو وہ اس جگہ (بیٹھنے) کا زیادہ حقدار ہے (ادب المفرد)

۶۔ مجلس میں سے کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھو۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجلس میں سے کوئی آدمی کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھے۔ (ادب المفرد)

۷۔ مجلس میں بیٹھنے والوں کو چاہیئے کہ آنے والے کے لئے کھل کر جگہ پیدا کریں۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی کسی کو خود بیٹھنے کے لئے اس کی جگہ سے نہ اٹھائے البتہ (جب کوئی آئے بیٹھنے والوں کو چاہیئے کہ وہ) کھل کر آنے والے کو جگہ دینے کے لئے بیٹھیں۔ اور اپنی مجلس میں جگہ پیدا کریں۔

۸۔ اگر مجلس حلقے کی صورت میں ہو تو حلقے کے بیچ میں نہ بیٹھے۔

حضرت ابو مجلزؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حلقہ کے بیچ میں بیٹھ گیا۔ اس پر حضرت حذیفہؓ نے فرمایا جو حلقہ کے بیچ میں بیٹھا وہ رسول اللہؐ کی زبان سے ملعون ہے۔ (ترمذی)

۹۔ مجلس میں آتے وقت اور مجلس سے جاتے وقت سلام کہنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ آدمی جب کسی مجلس میں آئے تو سلام کرے پھر بیٹھ کر مجلس برخاست ہونے سے پہلے اٹھنا چاہے تو بھی سلام کرے۔ یعنی السلام علیکم کہے (ادب المفرد)

۱۰۔ مجلس سے اٹھنے سے پہلے دعا کرے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریمؐ کے مجلس سے اٹھنے سے پہلے آپ کی یہ دعا سو بار شمار کی جاتی تھی:۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ۔ (ترمذی ابواب الدعا)

یہ وہ چند ایک ہدایات ہیں جو آداب مجلس کے متعلق قرآن کریم اور احادیث سے اخذ کر کے بیان کی گئیں ہیں۔ اگر مزید تفحص کیا جائے تو اور بھی بہت سی ہدایات دستیاب ہوسکتی ہیں۔ بہرحال ہمیں اپنی مجالس میں ہمیشہ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر انھیں اسلامی رنگ دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

امریکہ کے شہر ڈیٹن میں خانۂ خدا کی تعمیر!

مسجد کی تعمیر پر "ڈیٹن ڈیلی نیوز" کا تبصرہ

سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کے دورِ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعتِ احمدیہ کو یورپ کے متعدد ممالک کے علاوہ اب امریکہ کے ایک اور شہر ڈیٹن میں بھی حال ہی میں ایک عالی شان مسجد تعمیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہر چند کہ یہ مسجد ابھی زیرِ تعمیر ہے اور پوری طرح مکمل نہیں ہوئی ہے تاہم وہاں کے مشہور اخبار "ڈیٹن ڈیلی نیوز" (DAYTON DAILY NEWS) نے اپنی ۲۷ اپریل ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں زیرِ تعمیر مسجد کا چار کالمی فوٹو نمایاں طور پر شائع کر کے اس کے متعلق تبصرہ کے رنگ میں ایک تفصیلی خبر بھی شائع کی ہے۔ فوٹو میں مسجد کے سامنے وہاں کے احمدی مبلغ اسلام مکرم جناب عبدالحمید صاحب کھڑے ہیں۔ مزید برآں خبر کے متن کے درمیان اخبار نے جماعت احمدیہ ڈیٹن کے پریذیڈنٹ مکرم جناب محمد قاسم صاحب سمتھا ئیل کو الے ملے کا فوٹو شائع کر کے ان کا بھی تعارف کرایا ہے۔ خبر کا اردو ترجمہ افادہ احباب کی غرض سے ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ اخبار مذکور کے سٹاف رائٹر مسٹر باب جانسن (BOB. JOHNSON) رقمطراز ہیں:-

"ڈیٹن میں ایک نئی مسجد کی تعمیر"

"شہر کے غربی جانب منارے منظرِ عام پر آرہے ہیں"

"ڈیٹن کا شہر جو واشنگٹن سے جانب غرب واقع ہے اس کے مغربی حصے "رنڈالف اسٹریٹ" میں ایک نئی عمارت تعمیر ہو رہی ہے جسے مناروں سے مزین کیا جائے گا تھوڑے ہی دنوں کی بات ہے کہ ہمیں وہاں فضا میں منارے بلند ہوتے نظر آئیں گے۔ ان مناروں سے مومنوں کو دن میں پانچ مرتبہ نماز کے لئے پکارا جائے گا۔ وہ یہاں مشرق (یعنی کعبہ) کی طرف مونہہ کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہوئے نماز ادا کریں گے۔

رنڈالف اسٹریٹ میں اینٹوں سے تعمیر ہونے والی یہ عمارت دو سو مسلمانوں کے چندہ سے تعمیر کی جارہی ہے،

اس میں اب صرف تعمیر کے بعض چھوٹے چھوٹے آخری کاموں کی تکمیل باقی ہے اس کی چھت کے عین وسط میں ایک گنبد ہوگا اور اس کے سروں پر منارے تعمیر کئے جائیں گے۔ منارہ پتلی اور مخروطی شکل میں ایک مسجد کے اوپر تعمیر کیا جاتا ہے اس کے اندر سیڑھیاں ہوتی ہیں اور آخری سرے پر ایک چبوترہ ہوتا ہے۔ اس چبوترہ پر سے مؤذن اذان دے کر مسلمانوں کو نماز کے لئے پکارتا ہے رنڈالف سٹریٹ کے منارے سائز میں چھوٹے ہوں گے اس لئے کسی شخص کے لئے ان پر چڑھنا ممکن نہ ہوگا۔ یہ اصل مناروں کی بجائے صرف علامت کے طور پر ہوں گے۔

اس مسجد کی تعمیر کے اصل محرک عبدالحمید نامی ایک مسلمان مبلغ ہیں جو ربوہ (پاکستان) سے یہاں آئے ہیں۔ وہ گزشتہ دو سال سے ڈیٹن میں مقیم ہیں اور مسجد کی تکمیل کے بعد اس سال موسم بہار میں اپنے وطن واپس چلے جائیں گے۔ ان کا تعلق "جماعت احمدیہ" نامی ایک اسلامی فرقہ سے ہے۔ یہ ایک تبلیغی جماعت ہے جو دنیا کے دیگر حصوں میں بالعموم اور افریقہ و انڈونیشیا میں بالخصوص دس لاکھ افراد کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا چکی ہے۔

ڈیٹن مسجد کے امام (مسٹر عبدالحمید) نے ایک ملاقات میں بتایا کہ ہر رنگ و نسل کے لوگوں کے لئے ہمارے دروازے کھلے ہیں۔ ہم بلا تفریق و امتیاز سب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ "بلیک مسلمز" تحریک کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ الخلق عیال اللہ یعنی تمام بنی نوع انسان خدا کے بچوں کی طرح ہیں انہوں نے کہا سر دوسٹ ڈیٹن کے ملحقہ علاقہ کے جو مسلمان اس میں نماز پڑھتے ہیں وہ سب کے سب حبشی ہیں لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسری نسل کے لوگ یہاں آکر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اس کے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں ہم سب کو ہی جو یہاں آکر نماز پڑھنا چاہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔

انہوں نے کہا ہمارے بعض ممبران انڈیانا میں ہیں بعض کینٹکی (KENTUCKY) میں ہیں اور چند ایک کاکیشینز ہیں۔ ہم اپنے عقیدہ کی رو سے دن میں پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں جمعہ ہمارا متبرک دن ہے۔ چونکہ امریکہ میں عام تعطیل اتوار کو ہوتی ہے اس لئے ہم اپنے اجلاس اتوار کو منعقد کرتے ہیں۔

دوسری نزدیک ترین مسجد واشنگٹن میں ہے۔ مسٹر حمید نے بتایا کہ امریکہ میں جماعت احمدیہ کے اراکین کی تعداد چار پانچ ہزار کے لگ بھگ ہے۔

ڈیٹن کی مقامی جماعت کے صدر محمد قاسم ہیں جو ڈیفنس الیکٹرونکس سپلائی سنٹر میں کام کرتے ہیں ان کا انگریزی نام نتھانیل کوارملے (NATHANIEL QUARMILEY) ہے۔ جب آپ نے تیرہ سال پہلے انہوں نے عیسائیت کو خیرباد کہہ کر اسلام قبول کیا تھا تو جماعت کے دوسرے اراکین کی طرح انہوں نے بھی اسلامی نام اختیار کر لیا چنانچہ اس وقت سے وہ محمد قاسم کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔"

(ڈیٹن ڈیلی نیوز ۲۷ اپریل ۱۹۶۵ء)

بچوں کا صفحہ

خدا تعالےٰ کی فوج

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فرشتے خدا تعالےٰ کی نورانی مخلوق ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بطور غلاموں یا نوکروں کے دنیا میں اس کا کام کرتے ہیں۔

کوئی اُس کا کلام نبیوں کے لئے لاتا ہے۔ کوئی بارش برساتا ہے۔ کوئی ہوائیں چلاتا ہے۔ کوئی کھیتی اُگاتا ہے۔ کوئی ہماری باتیں اور اعمال لکھتا رہتا ہے۔ کوئی خوشخبری لاتا ہے اور کوئی عذاب نازل کرتا ہے۔ کوئی مخلوقات کی حفاظت کرتا ہے اور کوئی ان کی جان نکالنے پر مقرر ہے۔ غرض دنیا اور آخرت کے ہر کام پر خدا کی طرف سے فرشتے لگے ہوئے ہیں جو اس کام کو ٹھیک ٹھیک بجا لاتے ہیں۔ وہ کوئی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نہیں کرتے۔ نہ اعتراض کرتے ہیں، نہ تھکتے ہیں، نہ بہانہ کرتے ہیں۔ جو حکم ہوتا ہے اسے پورا کرتے ہیں گویا وہ خدا تعالیٰ کی فوج ہیں

حضرت جبرئیل خدا کا کلام اور ہدایت انسانوں کے لئے لانے پر مقرر ہیں۔ حضرت میکائیل زمین کا رزق پیدا کرنے پر مامور ہیں۔ حضرت عزرائیل تمام مخلوقات کی جان نکالنے کا فرض ادا کرتے ہیں۔ حضرت اسرافیل قیامت برپا کرنے اور مُردوں کے دوبارہ زندہ کرنے کے لئے مقرر ہیں۔ مالک دوزخ کے داروغہ کا نام ہے اور رضوان جنت کے منتظم کا۔ پھر ان کے ماتحت بھی ہزاروں لاکھوں فرشتے ہیں جو اپنی اپنی ڈیوٹی پر لگے ہوئے ہیں جن کا علم خدا کو ہی ہے۔ خواب اور کشف میں یہ فرشتے بزرگوں کو کبھی کبھی نظر بھی آجاتے ہیں۔

علاوہ دیگر فرائض کے فرشتوں کا ایک بڑا کام دلوں میں نیکی کی تحریک کرنا اور مومنوں کو خوشخبریاں اور بشارتیں دینا بھی ہے۔

توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اے دوستو! جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو

سوچو دعائے فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار

دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی
اُس کے حبیبؐ نے بھی پڑھائی دعا یہی

پڑھتے ہو پنج وقت اِسی کو نماز میں
جاتے ہو اِس کی رہ سے درِ بے نیاز میں

اُس کی قسم ہے جس نے یہ سُورۃ اتاری ہے
اُس پاک دل پہ جس کی وہ صورت پیاری ہے

یہ میرے ربّ سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدقِ دعویٰ پہ مُہرِ الٰہ ہے

میرے مسیح ہونے پہ یہ اک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہدِ ربِّ جلیل ہے

پھر میرے بعد اَوروں کی ہے انتظار کیا
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

(درِثمین)

مجالس انصار اللہ کے لئے ضروری ہدایات

برائے سال ۱۹۶۵ء سنہ ۱۳۴۴ ہش

قیادت تربیت :- (قائد تربیت مکرم مولانا ابوالعطا صاحب فاضل)

ا- حقوق اللہ :-

۱- کوشش کی جائے کہ ہر رکن انصار اللہ نماز باجماعت کا پابند ہو- جن مجالس میں جماعت کی مسجد نہ ہو- وہاں کوشش کر کے خام یا پختہ مسجد بنائی جائے-

۲- اراکین انصار اللہ کو نماز تہجد کی ترغیب و تلقین کی جائے-

۳- صاحب نصاب و صاحب ثروت احباب کو زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کی طرف پوری توجہ دلائی جائے

(ب) حقوق العباد :-

۴- جائزہ لیا جائے کہ اراکین انصار اللہ تربیت اولاد کا فریضہ کس حد تک ادا کر رہے ہیں-

۵- کوشش کی جائے کہ اراکین انصار اللہ صدق کی پوری پابندی کرنے والے، سچی گواہی دینے والے اور معاملات اور تجارتی امور میں راستباز ہوں-

۶- باہمی محبت و اخوت کی تلقین کی جاتی رہے

۷- سال میں کم از کم ایک ہفتہ تربیت منایا جائے جس میں مندرجہ ذیل مضامین کی تشریح کی جائے :-
نظام خلافت، انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت- بیویوں سے حسن سلوک- درود و استغفار- قرض سے اجتناب- عفت کی زندگی- حدیث من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا کی تشریح-

۸- انصار کو اولین انصار دین یعنی صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے باطنی اور ظاہری مشابہت کی تلقین کی جائے

۹ الہامی مصرعہ "کہ نخواہد نگار من تہیدستان عشرت را" کے مطابق انصار کو اسلامی سادہ یعنی تکلفات سے

مبرانہ زندگی اختیار کرنے کی تلقین کی جائے

قیادت تعلیم :- (مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس)

اس سال مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق اراکین انصار اللہ سے چار امتحان لئے جائیں گے جن میں زیادہ سے زیادہ انصار کو شریک کرنے کی کوشش کی جائے۔

معیار اوّل :- سہ ماہی اوّل : تاریخ امتحان ۹/۴/۶۵ بروز جمعہ برائے ربوہ و ۱۱/۴/۶۵ بروز اتوار برائے بیرونجات۔
نصاب :- توضیح مرام۔ ۲۔ آیات خطبہ نکاح

سہ ماہی دوم :- تاریخ امتحان ۱۱/۶/۶۵ بروز جمعہ برائے ربوہ ۱۳/۶/۶۵ بروز اتوار برائے بیرونجات
نصاب :- ترجمہ نصف اوّل پارہ ششم (۲) سورۂ صف (حفظ)

سہ ماہی سوم :- تاریخ امتحان ۱۰/۹/۶۵ بروز جمعہ برائے ربوہ ۱۲/۹/۶۵ بروز اتوار برائے بیرونجات
نصاب :- اسلام اور جہاد۔ (۲) نماز جنازہ کا طریق اور دعائیں۔

سہ ماہی چہارم :- تاریخ امتحان ۳/۱۲/۶۵ بروز جمعہ برائے ربوہ ۵/۱۲/۶۵ بروز اتوار برائے بیرونجات
نصاب :- ترجمہ نصف دوم پارہ ششم (۲) سورہ جمعہ (حفظ)

معیار دوم :- سہ ماہی اوّل :- توضیح مرام کا مضمون زبانی سن کر (۲) آیات خطبہ نکاح (زبانی)
سہ ماہی دوم :- (۱) قاعدہ یسرنا القرآن یا قرآن مجید ناظرہ جتنا ہو سکے۔ (۲) سورۂ صف (حفظ)
سہ ماہی سوم :- (۱) اسلام اور جہاد کا مضمون زبانی سن کر (۲) نماز جنازہ کا طریق اور دعائیں (زبانی)
سہ ماہی چہارم :- (۱) ترجمہ نصف دوم پارہ ششم (۲) سورہ جمعہ (زبانی)

نصاب امتحان اطفال

اطفال الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ۹ سے ۱۴ سال کی عمر کے بچوں کی دینی معلومات کے مقابلہ کا امتحان ہوگا۔ اور حسب قواعد اوّل و دوم آنے والے بچوں کو انعام بطور فیس دیا جائیگا بچوں کو تحریک کی جائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوں نصاب حسب ذیل ہوگا:-

(۱) رسالہ اخلاقی مضامین (۲) رسالہ روزہ (۳) ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے (دس شعر زبانی)

(۴) انٹرویو برائے معلومات عامہ متعلق اسلام و سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ (باقی)

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرو

تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہؓ کی تھی

—— : o : ——

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

''اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے ۔ مجاھدات کی اس قدر ضرورت نہیں جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے ۔ مگر ھاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو ۔ اور یہی ایک مشکل امر ہے ۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے ، بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی ۔ اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی ہے ۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھے ان میں ایک کشش اور قوت تھی جو بے اختیار دلوں کو کھینچ لیتی تھی ۔ اور پھر آپؐ کی جماعت نے اطاعت الرسول کا وہ نمونہ دکھایا اور ان کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو کوئی ان کو دیکھتا وہ بے اختیار ہو کر ان کی طرف چلا آتا تھا ۔

غرض صحابہؓ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے اس جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی ۔ اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونہ سے ہوتی ہے اس لئے تم جو مسیح موعودؑ کی جماعت کہلا کر صحابہؓ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرو ۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو ، باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو ۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہؓ کی تھی ۔ ،،

(الحکم ۵ نومبر ۱۹۰۱ء)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں چھپا ۔